بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم ✽ علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ

حق سبحان

عالم بیرنگ

نور محمدی

مقام محمدی

عالم جبروت

عالم ملکوت

عالم ناسوت

مصنفہ و مؤلفہ:

ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری جلالپوری

سلسلہ تصنیف نمبر ۳

ہدیہ کتاب

اول گیارہ بار درود شریف۔ ایک بار الحمد شریف

۔تین بار سورۃ اخلاص۔ آخر گیارہ بار درود شریف

برائے ایصال ثواب

مصنف تصنیف ہذا

ڈاکٹر نور محمد نور (سروری قادری، جلالپوری)

(دعا کا طالب) ریاض مسعود

riazmasud2k@gmail.com

netdokan@gmail.com

Cell# 03334215416

لاکتاب اہلِ لاخدا چین، روس و دیگر ممالک سے معذرت کے ساتھ

تیرا وجود تو کمپیوٹر سے بھی زیادہ تیزی سے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہے۔ ذرا سُن تو ابھی مشتری و مریخ سے بھی فارغ نہیں ہوا۔ اُوپر تلے سات آسمان ہیں۔ ان سے اُوپر بھی وُہ ذات ہے جس نے زمینوں و آسمانوں کو پیدا کیا۔ کل کو جو سمجھے گا وُہ آج ہی سمجھ لے۔ اس روشنی کے زمانے میں تجھے کیا ہوگیا۔ تو نے تو دماغ سے کام لینا ہی چھوڑ دیا۔ کیا تیرے خیال میں "وُہ" نہیں ہے۔ ؏

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خُدا کا وجُود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجُود ترا!

اگر تیری سمجھ کچھ کام کرتی ہے تو اپنے رویّہ پر دوبارہ غور کر۔ تجھے تیری مرضی کے خلاف کسی طاقت ور ذات نے تجھے دُنیا میں بھیج دیا۔ پھر تیری مرضی کے بغیر وہی طاقت ور ذات تجھے یہاں سے لے جائے گی۔ تو اس تصنیف پر عمل کر پھر تجھے دوسرا جہان بھی نظر آجائیگا۔ پھر تو یہ بھی سمجھ لیگا کہ کہاں سے آیا ہے اور تُو نے کہاں جانا ہے۔ میں نے تیرے لئے ایٹمی پاور سے بھی زیادہ برق رفتار ذریعے بتا دیئے ہیں تو ان پر دل لگا کے غور کر ؏

دیتی ہے میری چشمِ بصیرت بھی یہ فتویٰ ۔ وُہ کوہ یہ دریا ہے وُہ گردوں یہ زمیں ہے
حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا ۔ "تو ہے" تجھے جو کچھ نظر آتا ہے "نہیں ہے"

اس لئے نہیں ہے کہ اس کی بنیاد ہی فنا پذیر ہے۔ پس تو ہمیشہ رہنے والی چیز کو دریافت کیوں نہیں کرتا۔

فہرست مضامین

عرش کل ہے کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر ؎ کس کی منزل ہے الٰہی میرا کاشانۂ دل!

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی!
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

- زاویۂ نگاہ کے بغیر تو کھو جائے گا یا سو جائے گا!
- زاویۂ نگاہ کے ڈائل پر دونوں جہان کے اسٹیشن موجود ہیں آپ توجہ کی سوئی جس اسٹیشن پر لے جاؤ گے وہی اسٹیشن آپ سے محو گفتگو ہو جائیگا!
- زاویۂ نگاہ کے اسٹیشن پر آواز کے ساتھ تصویریں بھی اپنی پوری شان سے آپکو نظر آئیں گی!
- زاویۂ نگاہ کنٹرول ٹاور سٹیئرنگ اور ہینڈل ہے کہ اس سے اپنی روحانی بعثت کو جہاں چاہو لے جاؤ!
- آپکا قلب کیمرے کا لینز ہے جو بلا امتیاز تصویریں اُتارتا رہتا ہے۔
- زاویۂ نگاہ آپ کو خلاؤں میں گم ہونے سے بچالے گا!

بیتُ اللہ شریف میں میری بیعت حقیقی باطنی کے بارے میں

یاد رہے کہ جب آپ حج پر تشریف لے گئے تو جاتے ہوئے ہم روز میرے پاس کراچی میں بھی ٹھہرے۔ آپ پر عالمِ وجدان تو طاری ہو سکتا تھا مگر آپ روتے کبھی نہ تھے۔ اندر فرطِ جذبات سے جگر خواہ جل جل کر کباب ہو جائے لیکن آنکھیں خشک ہی رہتی تھیں۔ میں آپ کو آخری روز ہوائی جہاز پر سوار کرانے گیا۔ معلوم نہیں کیا ہوا، آپ بہت ہی روئے۔ اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ پھر مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔ آپ مجھ سے جُدا ہوئے تب بھی رونا جاری ہی تھا۔ خیر آپ جدہ پھر خانہ کعبہ پہنچے، عمرہ ادا کیا۔ عین تیسری رات آپ پر بیتُ اللہ کی وُہ حقیقی شان منکشف ہو گئی جو اصلی بیت المعمور کی شان عالمِ ملکوت میں ہے۔ اور دیگر باطنی مکاشفات کے علاوہ اس عاجز کو عین خانہ کعبہ میں بلایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے ہمراہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ اور مجھے سنگِ اسود کے نہایت ہی قریب کھڑے کر کے ان بزرگوں نے کمال مہربانی سے اس عاجز کو بیعت فرمایا۔ میرے لئے یہ بہت بڑی سعادت کی بات تھی۔ پھر حج کے بعد میں بذاتِ خود جلالپور رہوا میں آپ کے پاس آیا۔ گو میں حج بھی کر چکا ہوں اور پنجگانہ نماز، روزہ، تہجد کا سختی سے پابند ہوں۔ تاہم آپ نے فرمایا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی راتیں روشن ہو جائیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ نماز کا ہر وقت آپ کو علم ہو جائے کہ قبول ہو گئی کہ نامقبول۔ کیا آپ باطنی پرواز چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مجھے چند ایک ایسی راز کی باتیں بتائیں جن سے انسان بڑھاپے میں بھی بہت جلد بخشش کے سامان پیدا کر سکتا ہے۔ اور دُنیا میں ہی اس کی بخشش کی خوشخبری

ہمارے لطائف روشنی اور تجلیات کے منبع ہیں!

ل سکتی ہے۔ چنانچہ یہ بندہ اور میرے لڑکے بھی اس بات پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو آپ نے بتائیں۔ آپ نے فرمایا۔ بس اب آگے موت ہے آئندہ کوئی وقت ضائع نہ کرو۔ اسی میں عافیت ہے۔ یہ ایسا راستہ ہے کہ موت سے صرف چند گھنٹے قبل بھی بخشش کے سامان پیدا کر سکتا ہے۔ والسلام!

محمد اقبال' محمد اسحاق' نیاز محمد (حاجی)، ریلوے ڈرائیور

کراچی کینٹ ۸۴ء

ڈاکٹر صاحب موصوف سے چند ملاقاتیں متعلق باطنی پرواز

ایک روز میں نے آپ سے باطنی پرواز' باطنی دنیا' باطنی جسم کے متعلق بھرپور سوالات کئے آپ نے فرمایا کہ آپ اپ ٹو ڈیٹ ہیں۔ گریجوایٹ ہیں۔ معرفت آپ کے گھر میں موجود ہے (آپ کے والد صاحب اپنے وقت کے اولیاء اللہ صاحب مقام فقر و صاحب مقام ہُو صاحب مقام بقا باللہ و واصل باللہ ہیں۔ یہ عاجز اُن کو سلام کرتا ہے۔ اور اُن کے قدموں کی خاک ہے از مصنف (تاہم آپ تعلیمیافتہ جدید تہذیب کے حامل ہیں) آپ نے فرمایا۔ دیکھو عزیزم آپ اگر اپنے کمرے کو روشن کرنا چاہو تو بغیر تار کے بھر تاریں۔ بغیر ترسیل الیکٹران

ہمارے اندر کے لطائف عالم ناسوت سے عالم ہاہویت تک بخوبی پرواز کر سکتے ہیں!

تک آپ روشنی حاصل نہ کر سکو گے۔ بالکل اسی طرح جب تک آپ اپنے حواس خمسہ ظاہری کو بند کرنا، اور حواس خمسہ باطنی کو کھولنا نہ سیکھو گے تو باطنی مشاہدہ بھی جاری نہ ہو سکے گا۔ پھر مزید یہ کہ حواس خمسہ باطنی کے بعد جب تک آپ استغراق کے حصول، زاویۂ نگاہ۔علم العین، ذکر العین، کو نہ جانو گے اس وقت تک جاگتے ہوئے بیٹھے بیٹھے باطنی پرواز بھی محال ہے۔میرے بیٹھے بیٹھے آپ نے علم تصوف کے مشاہدات کے علم کو یوں درجہ وار، شق وار قانون میں باندھ دیا۔ کہ ایک جز کو دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جا سکتا۔ میرے لئے یہ علم ..... بالکل ایک نئی دُنیا دریافت کرنے کے مترادف تھا۔ آپ نے علم تصوف کی جزئیات کو اس قدر مکمل و مفصل طور پر بیان فرمایا کہ میں مبہوت رہ گیا۔ ہم نے سکولوں میں ایک بہت بڑا بوجھ کتابوں کا اٹھایا ہے۔ آج یہ ساری کتابیں مجھے ہیچ نظر آتی ہیں۔ بمصداق عہ

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لاَ الٰہ اِلاَّ اللّٰہ

اب میں اس علم کے وجود کو تو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اب اپنی زندگی کے راستے پر از سر نو غور کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا وجود کمپیوٹر سے بھی زیادہ رفتار سے ہر بات کا جواب پا سکتا ہے۔ آپ کی باطنی پرواز راکٹ سے کہیں زیادہ تیز تر ہے۔

ہمارے لطائف دونوں جہان کی سیر کی اہلیت رکھتے ہیں،

ع تو شاہین ہے (پرواز کر) پرواز ہے کام تیرا :
اور انشا ءاللہ اب یہ شاہین پرواز کے لیئے پر تول رہا ہے۔

محمد شبیر سندھو، مینجر حبیب بنک (حال ریلوے روڈ)
وقاص شبیر بشیراز شبیر۔ گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء

ڈاکٹر صاحب سے زاویۂ نگاہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا!

آپ نے فرمایا تصوّف میں علم العین، ذکر العین، استغراق اور زاویۂ نگاہ کو بڑا دخل ہے۔ اگر سچ پوچھو تو سارے تصوّف کا دار و مدار انہی چار اجزاء پر موقوف ہے انہیں تصوّف کے اربعہ عناصر کا درجہ حاصل ہے۔ اور حواسِ خمسہ باطنی ان چاروں عناصر کا سالارِ کارواں ہے۔ اور سالارِ کارواں کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ سارے قافلہ کو جدھر جی چاہے لے جائے اور زاویۂ نگاہ ان پانچوں اجزاء کے بدن میں دل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور استغراق ان سب کی روحِ رواں ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ ان پانچوں اجزاء میں سے کسی کو بھی ایک دُوسرے سے جُدا نہیں کیا جا سکتا اگر ان میں سے آپ کسی کو بھی تصوّف کی عمارت سے نکال دیں گے تو تصوّف کی ساری

ہر لطیفہ ایک جداگانہ تجلی کا حامل ہے!

عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہے گی۔ آپ نے زاویۂ نگاہ کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ سو عرض ہے زاویۂ نگاہ دو اقسام پر منقسم ہے' (۱) زاویۂ نگاہ بالواسطہ جو آپکی خیالی شخصیت کو ۲ جگہ تقسیم کر دیتا ہے۔ (۲) زاویۂ نگاہ بلاواسطہ: یہ صرف دو شخصیتوں میں منقسم ہوتا ہے۔ یعنی دیکھنے والا۔ اور دوسرا جس کو دیکھا جائے۔ لہٰذا زاویۂ نگاہ بلاواسطہ ہی مشاہدہ کے لیے سب سے زیادہ موزوں و نتیجہ خیز ثابت ہوا ہے اس سے پہلے ہی روز مشاہدہ کھل سکتا ہے۔ نیز اس سے پہلے ہی روز تجلیات کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور روزِ اوّل سے ہی باطنی پرواز جاری ہو جاتی ہے آپ اگر زاویۂ نگاہ قائم کیے بغیر استغراق میں جاؤ گے تو یا سو جاؤ گے، یا کھو جاؤ گے پاؤ گے کچھ بھی نہیں۔ زاویۂ نگاہ نہ آپ کو سونے دے گا۔ نہ راہ سے بھٹکنے دیگا۔ بلکہ آپ کا مشاہدہ جاری کر کے چھوڑے گا۔

طالب حسین۔ اعجاز احمد، جاوید اقبال۔ ناصر اقبال۔

فیصل آباد، گوجرانوالہ

ع باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں

کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر!

؎

اس عاجز نے آپ سے زاویۂ نگاہ کی مزید وضاحت چاہی، تو آپ نے فرمایا:

آپ نے فرمایا کہ میں ساتویں جماعت میں تھا کہ مشاہدات و تجلیات جاری ہو جانے کے بعد میں نے اس پر تحقیقات شروع کی کہ یہ مشاہدات و تجلیات کیوں اور کیونکر نیز کس حالت میں جاری ہوتے ہیں۔ اور اس وقت میری نظر اور استغراق کس ڈگری پر ہوتے ہیں جبکہ تجلیات و مشاہدات کا نزول ہو جاتا ہے چنانچہ میں نے ساتویں جماعت کے آخر تک ۹۰ درجہ اور ۶۰ درجہ کا زاویہ کی تحقیقات مکمل کر لی تھی۔ پھر نویں جماعت میں تھا کہ ۳۰ درجہ اور ۵ درجہ زاویۂ نگاہ کی تحقیقات مکمل کر چکا تھا۔ پھر اس کے بعد میں ۳۶۰ کے ۳۶۰ زاویوں پر تحقیقات شروع کی۔ جو سیدھی بھی تھی اور معکوس حالت میں بھی تھی۔ اور ہر ایک نئی خاصیت مشاہدہ وکیفیت نظارہ پائی۔ لیکن عوام الناس کے لئے نیز منزل و مقام کے لحاظ سے نیز لطائف باطنی کے موافق میں نے ان چار زاویوں کو محقق و مستند پایا۔ جو یہ ہیں۔ ۹۰ درجہ بالکل سامنے۔ اس سے ڈیڑھ گز اوپر ۶۰ درجہ اس سے ۳/۴ گز اور اوپر ۳۰ درجہ اور مغز سر میں سے ہوتا ہوا سیدھا آسمان کیطرف ۵ درجہ زاویہ۔ نیز ۹۰ درجہ سے جوں جوں آنکھ کی پتلی کو اوپر کرتے جائیں گے تو استغراق کی کیفیت بھی اتنی ہی گہری اور بھاری ہوتی جائے گی۔ اور چاروں زاویے عالم ناسوت (لطیفہ نفس) سے لیکر عالم ھاہویت (لطیفہ انا، مقام ھو) تک لے جانے کیلئے کافی ہیں۔

نیز یاد رہے زاویۂ نگاہ کے بغیر استغراق ایسا ہی ہے۔ جیسے بغیر روح کے

یہ تجلّیات جسم کے ذرّہ ذرّہ کو خورشید بنا دیتی ہیں !

بدن، استغراق و علم العین، ذکر العین و حواسِ خمسہ باطنی کے لیے زاویۂ نگاہ ایسا ہی ہے جیسے گھوڑے کے لیے لگام اور کار کے لیے سٹیرنگ۔ کہ زاویۂ نگاہ کے ہینڈل سے انہیں جدھر چاہو موڑ لو۔ آپ کو معلوم ہے کہ بے لگام گھوڑا تو سرکش ہی ہوگا۔ جو آپکو کہیں بھی لے جا سکتا ہے یا گرا سکتا ہے۔

الحاج محمد علی، محمد حنیف، عبدالمجید، طالب حسین
منڈی سکھیکی، ضلع گوجرانوالہ ۸۳ ۱۱ ۲۱

☆

کچھ آپ کی طبیعت و انداز گفتگو کے بارے میں آپ کے کچھ اصول :

ہم نے آپکے ساتھ بتیس، تینتیس سال گزارے ہیں۔ ہمیں آپ کی طبیعت کا خوب اندازہ ہے۔ اوائل ہی میں آپ نے ہم سب دوستوں، بھائیوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ اور فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ ساری عمر تمہاری آپس میں دوستی نہ ٹوٹے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دوستی ساری عمر زندہ و پائندہ رہے تو آج سے ہی مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا شروع کر دو۔ میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کی دوستی کبھی نہ پھیکی پڑے گی نہ ٹوٹے گی۔

یہ تجلیات جسم کے ہر عضو کو آئینہ بنا دیتی ہیں؛

(۱) اگر دوستی کی پائیداری چاہتے ہو تو آپس میں کبھی بھی مشترکہ کاروبار شروع نہ کرو۔ (۲) آپ کو کتنی ہی سخت مصیبت و ضرورت آ پڑے لیکن کبھی بھی اپنے دوست سے روپے پیسے کا سوال نہ کرو۔ اپنی ضرورت کے لئے عام لوگوں کے پاس جاؤ۔ (۳) اپنے دوست سے کبھی بھی روپیہ اُدھار نہ لو۔ دوست کو چھوڑ کر باقی ہر ایک سے لے سکتے ہو۔ (۴) اپنے دوست سے رشتہ داری میں مت الجھو، اچھے رہو گے۔ (۵) آپ کے دوست کی اگر کوئی غیبت کرے تو وُہی الفاظ اپنے دوست کے سامنے مت دہراؤ۔ بلکہ اچھا ہے کہ اس غیبت کا دوست سے ذکر تک بھی نہ کرو۔ اور تمہارا فرض یہ ہے کہ دوست کی غیبت کا جواب برموقع خود دو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو آپ نے دوستی کا حق ادا نہ کیا۔ (۶) تم میں دوست کے تمسخر یا ظرافت کا اچھے انداز میں جواب دینے کا سلیقہ ہونا چاہیئے نہ کہ غصے ہونا۔ (۷) کسی کی بُرائی و ظلم کے جواب میں اس سے بُرائی و ظلم مت کرو ورنہ تم بھی ظالم ہی کہلاؤ گے۔ (۸) کسی کی برائی کا بھلائی سے بدلہ دو، وُہ خود بخود تمہارے قدموں میں آگرے گا۔ (۹) دوست سے کسی کام میں شراکت مت کرو۔ اِلّا یہ کہ اس کی صرف مدد کرو اور بھول جاؤ۔ کبھی احسان مت جتاؤ۔ (۱۰) مذکورہ بالا تمام کام اگر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرو گے تو آپ کی بنیاد برحق اور پائیدار ہو جائے گی نیز بامعنی بھی۔ (۱۱) کسی دوست کی کسی بُرے کام میں مدد یا سفارش نہ کرو۔ ورنہ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے تم نے خود بُرا کام کیا ہے۔

احقر: سُلطان احمد سَرَوری، عابد حسین سَروری، ریاض احمد سَروری
جلالپور بھٹیاں۔ ضلع گوجرانوالہ۔ ۱۲/۲/۹۰ء

کچھ آپکے خصائل و اندازِ بیان و اندازِ گفتگو کی سہل نگاری کے بارے میں:

آپ کی زندگی نہایت سادہ ہر قسم کے تکلفات سے بالکل بری، طبیعت عام طور پر نہایت پُر سکون و خاموش ہے۔ عموماً ملبوسات چھ چھ ماہ تک سادہ ہی رہتے لیکن جب کچھ پہنا تو نہایت برق پاش لباس پہنا۔ لیکن اس پہناوے میں غرور و تکبر کا نشان تک نہ پایا۔ عام طور پر نہایت خاموش طبع لیکن جب کبھی کچھ بولا تو پھر اندازِ بیاں کے دریا بہا دیئے۔ آپ کے سامنے کیا کوئی اہلِ شریعت، کیا کوئی اہلِ طریقت آیا تو نہایت ہی مطمئن ہو کر گیا۔ آپ کا قول ہے کہ سب سے پہلے کسی کی حق بات کے اس جزو کو فوراً مان لو جتنا کہ اس میں حق ہے۔ پھر وُہ تمہاری بھی حق بات کو مان لیگا۔ سب سے پہلے اپنے آپ سے انصاف کرنا سیکھئے۔ پھر تم جہان سے بھی انصاف کر سکو گے ورنہ نہیں۔ جس نے اپنے آپ سے انصاف کرنا سیکھ لیا۔ اس نے گویا سب کچھ پا لیا۔ اگر آپ نے کسی کی برحق بات کو نہ مانا تو کوئی تمہاری بات کیوں مانے۔

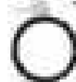
آپ ہیں تو خاموش طبع۔ لیکن جب تصوّف کے اسرار و رموز پر بات کرتے ہیں تو آپکی طبیعت میں بینا جوش و جذبہ موجود ہوتا ہے۔ اور پھر ایسے وقت میں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔ اسرار و رموز پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر شام سے صبح ہو جاتی لیکن آپ کبھی نہ تھکتے اور نہ سحر بیانی میں پھیکا پن آتا۔ بلکہ گفتگو عمیق سے عمیق تر ہوتی جاتی۔ آپ نے فرمایا کہ میری ساری زندگی میں صرف ایک شخص ایسا بھی تھا جو مجھ سے کچھ نہ پا سکا۔ باقی سب کے سب جھولیاں بھر کر گئے۔

یہ تجلیات کمپیوٹر سے زیادہ برق رفتاری سے ہر بات کا جواب دے سکتی ہیں!

آپ جلد جلد کسی کام کو شروع نہ فرماتے لیکن جب شروع کر دیتے تو پھر سب سکون و آرام ترک کر دیتے تاآنکہ وہ کام سرانجام نہ پا جاتا۔ ارادہ تو تھا مگر کئی سال تک آپ نے تصنیفات کا آغاز نہ کیا تھا لیکن جب مصروفِ رقم ہو گئے تو نہ دن دیکھا، نہ رات۔ قلم اس وقت ہاتھ سے رکھا جب یہ زیرِ تذکرہ تینوں تصانیف بالکل مکمل نہ ہو گئیں۔ اگر حساب کریں تو یہ تینوں تصانیف بھی آپ نے تقریباً ۲ ماہ یا ۲½ ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا دیں۔ لطف کی بات یہ کہ مضامین تصوف بھی ایسے دقیق و عمیق تھے کہ جن پر عام آدمی ہرگز قلم زن نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر آپ بلا آمد مضمون فر فر لکھتے جاتے تھے۔ مضامین کے اسرار و رموز آپ کے سامنے ہیں، خود فیصلہ فرمائیں۔

خالد محمود، بشیر احمد، ایم۔ اے، پروفیسر ڈویژنل پبلک سکول؛
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور، ۲ بلاک ۱۲ ش

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے



ایک دفعہ میں نے دیدار الٰہی کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپ نے یوں فرمایا!

آپ دیدارِ عین ذات کی بات کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے ابھی تو ہم ماسوا اللہ حقیقی کے معنی بھی نہیں سمجھتے' دیدار تو دُور کی بات ہے۔ ہمارا دیدار کرنا عین ذات نہیں بلکہ عین عیب ہے۔ چونکہ جس آنکھ سے ہم اُسے دیکھیں گے وُہ آنکھ تو عین حجاب ہے۔ اِس لئے "وہاں" نہ کوئی آنکھ ہے۔ نہ کوئی دیکھنے والا ہے۔ نہ دکھانے والا نہ وہاں لطائف ہیں نہ انوار، نہ وہاں "وُہ" ہے نہ "یہ" منزل و مقامات ولایت صغرا و کبرا کی وہاں کوئی گنجائش نہیں۔ "وُہ" ان سب عیوب سے وراثم ورا بلکہ ورا الورا ہے۔ اور آپ دیدار کی بات کرتے ہیں۔ دیدار دو اُمور کا محتاج ہے وُہ یہ کہ ایک دیدار کرنے والا ہو۔ اور دوسرے وُہ جس کا دیدار کیا جائے۔ سو ثابت ہوا کہ یہ "دیدار" دو کے ساتھ ملوث" ہو گیا۔ اور "وہاں" دو کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

ع ڈبویا مجھ کو "ہونے" نے نہ تُو ہوتا تو کیا ہوتا

آمدم بر سرِ مطلب، تو سب سے پہلے ماسوا اللہ حقیقی کے معنی سمجھ' پھر خود ماسوا اللہ پر عمل کر کے اپنے آپ سے دستبردار ہو جا۔ تیرا "یہاں" ہونا ہی عیب ہے تیرا دیکھنا بھی عیب ہی ہو گا۔ اگر کچھ دیکھنا کی آرزو ہے۔ تو سُن

ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

مطلب یہ کہ تیرے اور اس کے درمیان "تُو" خود پردہ ہے۔ بس اسی پردہ "تُو" اور "میں" یا "تُو" اور "وُہ" کو درمیان سے ہٹا دے۔ تو اپنا سب کچھ اس کو سونپ کر خود درمیان سے ہٹ جا، تو اپنے آپ سے دست بردار ہو جا۔ پھر "وُہ ہی وُہ"

یہ تجلّیات کمپیوٹر سے زیادہ برق رفتاری سے ہر بات کا جواب دے سکتی ہیں!

رہ جائیگا۔ پھر "وہ" اپنی حقیقی آنکھ سے اپنا نظارہ خود کرے گا تو بس یہی بے عیب دیدار کہلائے گا۔ پس تجھ میں ایسی طاقت ہے تو کر دیکھ ورنہ خاموش رہ۔ ؎

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے مُنہ دکھاسکے!

الحقر؛ عبدالقادر مینیجر انشورنس کمپنی۔ شیخوپورہ،
مؤرخہ ۱-۴-۱۴ھ

ایک دفعہ اس عاجز نے آپ سے ظاہری آنکھوں سے اسم اللہ متجلّی دیکھنے کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا!

(۱) اس کے لئے آپ کو بالکل کھلی آنکھوں سے اسم اللہ ذات موٹا لکھکر پاس رکھنی رکھ کر مشق کرنی چاہیئے۔ یعنی اپنے سامنے اسم اللہ رکھ کر خود بالمقابل بیٹھ کر ۹۰ درجہ زاویہ نگاہ پر مشق کرنا ہوگی۔ یوں کہ کافی کافی دیر آنکھ جھپکنے نہ پائے۔ عام نظر سے نہیں بلکہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسم پر نگاہ جمائیے۔ عام نظر سے دیکھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ (۲) اسکے لئے تیری نظر میں ایک خاص کیفیت بھی پیدا ہونا لازمی ہے۔ آپ نے فرمایا بچپن میں میری نظری عادت تھی کہ میری نظر خود بخود روشن چیزوں پر آکر ایسی جمتی کہ آنکھ جھپکنا ہاتھل

ہمارے جسم کا ہر خلیہ ایک نئی زندگی سے لبریز ہے!

بھول جاتا۔ میں نے ہر چیز کثرتِ شوق کیوجہ سے پائی ہے۔ ریاضت وعبادت سے نہیں (۳) ایکدفعہ میری نظر چاند پر جم گئی بچپن میں ایسی جمی کہ چاند یوں معلوم ہوا کہ زمین پر اتر آیا ہے۔ اور میرے اردگرد دُور دُور تک تمام ماحول چکا چوند روشنی سے منور ہو گیا (۴) میں سارا دن نظر کو جما کر دیکھنے کا عادی تھا۔ عام نظروں سے نہیں (۵) عام حالت میں بھی نظریں کسی نہ کسی چیز پر جمی رہتیں (۶) اس کے خیال کے بغیر زندگی گزارنے کو حرام سمجھتا تھا۔ اور نہ ہی اس کے خیال کے بغیر جی سکتا تھا (۷) میری نظروں میں ایک خاص قسم کا خمار رہتا تھا اور آنکھ کی پتلی عین آنکھ کے درمیان جمی رہتی تھی۔ ہر چیز کو نظر جما کر دیکھتا تھا۔ آپ تجربہ کے لئے ایک دن صرف شق ۷ پر عمل کر کے دیکھئے آپ کو ہر ایک چیز سہانی نظر آنے لگے گی (۸) ایک دفعہ سات الگ الگ ایک فٹ لمبے کاغذ پر ہفت نقش دعوت کے الگ الگ بنائے۔ ہر ایک نقش پر ۲ روز دعوت پڑھتا۔ تو ایک دن اسم اللہ ذات بالکل عیاں طور پر متجلی ہو گیا جو میرے سامنے بالکل آنکھوں سے متجلی رہا۔ پھر ہر روز ایسا ہوتا رہا۔ ان نقشوں کے متعلق اسی تصنیف کے آخر میں سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ (۹) تصنیف ۱ میں نقش دعوت۔ تصنیف ۲ میں نقش دعوت اسم اللہ۔ تصنیف ۳ میں نقش اسم محمدؐ، باب تجلیات برہنہ کھلی آنکھوں سے ان تمام تفاصیل کو نقشوں کو غور سے پڑھیئے۔ (۱۰) میں عام نظر سے دیکھنے کو موت کے برابر سمجھتا تھا۔ ہمیشہ نظر جما کر دیکھنا میرا شعار بن گیا تھا۔ یہی مرکزی نکتہ بھی ہے (۱۱) ہر طرف خاص حالتیں دیکھنے سے پہلے ہی روز دنیا کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ کائنات پُرکیف ہو جاتی ہے پہلے ہی روز۔

طالب حسین، آفتاب احمد طارق، ادیس احمد ٹیپو B.A انسپکٹر آف ڈرگ ڈیلرز فیصل آباد

(۱۵۔۵۔۸۳)

ہماری رُوح بھی اللہ تعالیٰ کے لطف کا ایک لطیفہ ہے

دیباچہ

جستجو جس گُل کی تڑپاتی تھی اے بُلبل مجھے ، خوبیٔ قسمت سے آخر مل گیا وہ گُل مجھے !

میں تو ڈاکٹر موصوف کو اس وقت سے جانتا ہوں جبکہ ابھی آپ کی عمر صرف ۴، ۵ برس کی تھی۔ بچپن ہی سے آپ کو یاد اللہ کا نہایت شدت سے شوق تھا۔ بچپن میں آپ کی نظر جب مجھ پر پڑتی تو خدا معلوم مجھے کیا ہو جاتا کہ وہ دن میرے لیئے سوہانِ رُوح ہو جاتا۔ آپ کی آنکھوں میں ایک نہایت پُر وقار اور پاکیزہ کشش تھی۔ میرا قصبہ آپکے قصبہ سے ۳ میل کے فاصلے پر تھا۔ اور آپ اسوقت تقریباً پانچویں جماعت میں ہوں گے۔ آپکے باطنی رہنما کا گھر میرے گھر سے ملحق تھا۔ آپ وہاں آتے تو میرے پاس بھی ٹھہرتے۔ آپ لڑکوں کیساتھ کھیلنا کُودنا پسند نہیں کرتے تھے۔ باہر اکٹھے ہم جاتے تو ہم کھیل کود میں لگ جاتے اور آپ الگ بیٹھ کر ہمیں صرف کھیلتے دیکھتے اور خُود اللہ۔ اللہ کرتے رہتے۔ ساتویں، آٹھویں جماعت میں پہنچے تو آپ مکمل طور پر عشق الٰہی میں ڈوب چکے تھے۔ اب تو آپ کی طرف دیکھنا ہمیں بھی دشوار ہو گیا تھا۔ ساتویں جماعت میں تھے کہ آپ کی مکمل طور پر باطنی پرواز شروع ہو چکی تھی۔ مزے کی بات یہ کہ اس نظر کو کھولنے میں کسی دوسرے کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ آپ اہل جستجو تھے سب کچھ اپنی مرضی سے تجویز کرتے اور خود ہی اس پر عمل فرماتے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۰ برس ہو گی۔ بچپن سے لیکر آج تک آپ سے رابطہ قائم ہے۔ ابھی ابھی اتفاق کی بات ہے کہ کتاب عرفان النفس بندہ نے آپ سے طلب فرمائی۔ اور ابھی ابھی آپ سے بذریعہ تحریر میری بات چیت ہوئی اور اب یہ دیباچہ لکھ رہا ہُوں۔

رُوح کی اصل وہی ہے جہاں سے یہ ایک دن روا نہ ہوئی تھی

مجھے گلہ ہے کہ مجھے صرف ایک صفحہ لکھنے کی اجازت دی گئی۔ میرا خیال تھا کہ میں ۲۰،۲ صفحات لکھتا۔ ؎

کشادہ دستِ کرم جب وُہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے!

حقیر: میاں مشتاق احمد ممبر ٹاؤن کمیٹی گکھڑ خاص
ضلع گوجرانوالہ ۶-۴-۸۵ء

؎ ریاضِ ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ بندہ بہت قریب سے آشنا ہے۔ آپ کو تصوف کی باریکیاں کھولنے کا ازحد شوق ہے۔ بلکہ جنوں کی حد تک شوق ہے۔ جتنا زیادہ وُہ نکتۂ تصوف باریک ہوتا آپ اتنا ہی زیادہ اس پر اس قدر شدت سے جستجو و تلاش کرتے حتیٰ کہ اس نکتہ کو عملی طور پر دیکھ کر، پرکھ کر، آزما کر چھوڑتے۔ میرے خیال میں اسم اللہ ذات کا باطنی، حقیقی اور عین بعین جاگتے جاگتے باطن میں متجلی و روشن دیکھنا نہایت مشکل امر ہے۔ آج سے ۳۰، ۳۵ سال قبل جب حضرت فقیر نور محمد کلاچوی قدس سرہٗ کی تصنیف میں اسم اللہ ذات کے تصور نیز سلطان باد شاہ صاحب قدس سرہٗ کی تصانیف میں تصور اسم اللہ ذات کے متعلق پڑھا تو اس پر کوشش شروع کی اور از حد

ہماری اصل وہی ہے جہاں سے ایک دن ہم روانہ ہوئے تھے۔

تجربات کر ڈالے تا آنکہ اسم اللہ ذات کو متجلی تاباں، روشن کر کے دم لیا۔ پھر اس اسم کو اسی مرحلہ پر نہیں چھوڑا بلکہ بالکل کھلی اور عیاں آنکھوں تک پہنچا دیا۔ اور وہ اسم اللہ ذات عینی بالکل عیاں طور پر دن رات۔ سورج کی روشنی میں، اندھیرے میں چلتے پھرتے سب سے الگ بالکل اپنی امتیازی متجلی شان میں آپ کو نظر آتا تھا۔ اور آتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں!

المعروض محمد شبیر ایم اے بی ایڈ، پروفیسر پائلٹ سکول
۴۵/E وحدت کالونی لاہور ۱۶ ۱۷/۵/۸۴



کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
کھٹک سی ہے جو سینے میں غمِ منزل نہ بن جائے

اگر دیکھا بھی اُس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو

حواس خمسہ باطنی کو نیند نہیں آتی!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہ جل جلالہ

مُحَمَّد ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالتَّسْلِیْمُ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَخُدَّامِہٖ وَحُجَّابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ! اس تصنیف لطیف کا مصنف یہ فقیر حقیر مسمّٰی بہ ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری جلالپوری" بمقام جلالپور بھٹیاں تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ صوبہ پنجاب پاکستان کا ساکن آج بتاریخ سولہ (۱۶) اپریل ۱۹۸۴ء بروز سوموار یوں رقمطراز ہے۔ کہ اس بندہ حقیر نے اس تصنیف کا اسم " حق سبحان " تجویز کیا اور " علم العین بازاویۂ نگاہ بلا واسطہ" سے اس کو معروف کیا اور اسم اللہ تجلی روشن تاباں کی اسکو چادر میں لپیٹا، اور تجلیات علانیہ، برہنہ بے محابا کا اس کو خطاب دیا اور ننگی تلوار کے لقب سے اس کو ملقب کیا۔ اس لئے کہ جو کوئی اس تصنیف لطیف کو تہہ دل سے پڑھے گا۔ اور اس کے مندرجات کو کما حقہٗ سمجھ پائے گا۔

باطنی زندگی کا ایک لمحہ آپکی ساری دُنیوی زندگی سے بہتر ہے!

پھر خلوص نیت سے اس پر عمل کرے گا۔ تو وہ ضرور انشاءاللہ باطنی نظر کو پا لیگا۔ اور بہت جلد اپنی باطنی پرواز جاری کرے گا۔

یہ ایسی تصنیف ہے کہ بعض صاحب استعداد لوگوں کی تو اس کو پڑھتے پڑھتے ہی باطنی نظر پیدا ہونا شروع کر دیگی۔ اور بعض کا قلب بیدار ہو جائے گا۔ بعض میں حواس خمسہ ظاہری بند کرنے کا اور حواس باطنی کھولنے کا ملکہ پیدا ہو جائیگا۔ اس تصنیف کے الفاظ کے تاروں میں برق حیات کے مثبت اور منفی (POSETIVE & NAGATIVE) کے الیکٹرون کو یوں مخفی کر دیا گیا ہے کہ بقول

اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے؟

جونہی الفاظ کی تاروں کے الیکٹرون آپس میں ملیں گے، فوراً آناً فاناً برق حیات تیز ترین تجلی کی صورت میں آپ کی آنکھوں پر پڑے گی۔ مت ڈریئے یہ جلانے والی برق نہ ہوگی کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کیطرح بیہوش ہو جاؤ۔ بلکہ یہ برق حیات آپ کے حواس خمسہ باطنی کو زندہ کر دے گی اور آپ کے قلب تاریک کو تابندہ کر دے گی۔ آپ کے دل و دماغ کو زندگی بخش دے گی۔ اور یہ آپ کو توحید الٰہی کا ایک ایسا میٹھا دردِ دل عطا کرے گی جو آج تک آپ کو نہ کوئی عورت دے سکی۔ نہ کوئی مرد۔ نہ کوئی حسین دے سکا نہ کوئی محبوب۔ اور جس دن ایسا ہو گیا یہ آپ کی زندگی کا پہلا روز ہوگا۔ یہ آپکی حیات باطنی کا پہلا دن ہوگا۔

سلسلہ وار تصنیفات (۱) سیف الرحمٰن، تصنیف (۲) اللہ جلّ شان علمی و عملی

باطنی زندگی جاوداں ہے، جبکہ یہ زندگی فانی ہے

دونوں حیثیت کی حامل تھیں لیکن تصنیف نمبر ۳ حق سبحان تو سبحان اللہ ہے۔ یعنی الف سے ی تک عملی ہے۔ تصنیفات نمبر ۱ و نمبر ۲ قانونِ تصوف کا درجہ رکھتی ہیں، جبکہ تصنیف نمبر ۳ سراسر خود بخود فطرتی و قدرتی طور پر قانونِ تصوف بن گئی۔ واللہ یہ قانون اس بندہ نے تجویز نہیں کیا بلکہ دن بدن۔ وقت کے ساتھ ساتھ قدرت جو راہ مجھے دکھاتی چلی گئی وہی از خود فطرتی و قدرتی قانون بنتا چلا گیا کاوشوں سے، دماغ سے، عقل سے قانون نہیں بنا کرتے۔ بلکہ فطرتی و قدرتی قانون بننے کے اور ہی راستے ہوتے ہیں۔ اور ہی زاد لیے ہوتے ہیں، عقل کے قانون تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھا کھا کر بار بار گرتے ہیں۔ ٹوٹتے ہیں مگر فطرتی و قدرتی قانون دن بدن اور پختہ اور مستقل ہوتا جاتا ہے۔ جس میں لغزش کا نام و نشان تک نہیں ہوا کرتا۔ عقل کا قانون تو بجائے خود وبالِ جان بن جاتا ہے جبکہ فطرتی و قدرتی قانون دائمی، پختہ، تمام لغزشوں سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ اَلْعِلْمُ نُکْتَۃٌ وَکَثَّرَہَا الْجُہَّالُ یعنی علم تو ایک نکتہ میں مقید ہے۔ علم تو صرف ایک نکتہ میں مندرج ہے۔ علم تو صرف ایک نکتہ میں مرکوز ہے علم تو صرف ایک نکتہ میں بند ہے اور اس نکتہ کی جو کثرت ہے۔ پھیلاؤ ہے۔ تفصیل ہے مفصل ہے۔ وہ تو صرف نادانوں یا ناواقفوں یا لاعلموں کے لئے ہے۔ میری آنکھ کھلی اس دُنیا میں (دنیوی زندگی کی آنکھ) تو میں نے ساری کائنات کا بغور جائزہ لیا۔ پھول سے لیکر گلستانوں تک، گھر سے لیکر بیابانوں تک زمین سے لیکر آسمانوں تک ستاروں سے لیکر چاند سورج تک ظاہری زندگی سے لے کر موت تک

دنیا تو یہی کچھ ہے جو آپ دیکھ بھی چکے ہیں پھر اب اور کس کا انتظار ہے!

شادی سے لیکر غمی تک، ہنسنے سے لیکر رونے تک۔ بیداری سے لیکر نیند تک دن سے لیکر رات تک۔ روشنی سے لے کر تاریکی تک۔ اور تاریکی سے لیکر روشنی تک۔ بچپے سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر بڑھاپے تک غرضیکہ اپنے جسم سے لے کر زندگی کے ہر گوشے گوشے تک ہر چیز کو چھان مارا۔ اور کسی چیز میں بھی نشانِ منزل نہ پایا۔ تمام کائنات کی کسی بھی چیز میں قرار و ثبات نہ پایا۔ ہر چیز کو فنا پذیر پایا۔ آخر کار۔ بالآخر نظر ایک نکتہ پر آکر ٹھہر گئی۔ اور اسی نکتہ کو بیان کرنے کے لئے قلم اٹھائی ہے۔ اگر آپ ایک نکتہ میں بات کو سمجھ گئے ہوتے تو مجھے اتنی تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ کتابیں تصنیف کرنے کی کیا حاجت تھی۔

سہ نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تُو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے تُو نہ رہ نشیں نہ راہی

پھر زمانے بھر کی تصنیفات چھان ماریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کامل مکمل اکمل رہنماؤں نے تصنیفات تحریر کیں۔ تصوّف کے ہر نکتہ کو بیان کیا مگر اشاروں میں۔ کھولا کسی نے بھی نہیں ماسوا چند ایک تصنیفات کے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ علم کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ میں اُن بزرگانِ دین پر قربان ہوتا ہوں جنہوں نے یہ تصنیفات تصنیف کیں۔ لیکن میرے بھائی۔ یہ سب کے سب اشارے تھے۔ کنائے تھے۔ تشبیہات تھیں، سو اشاروں سے قفل مقفل نہیں کھلا کرتے۔ قفل اسی وقت کھلے گا جبکہ اس کی چابی آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور ہر قفل بھی ہر ایک چابی سے

تو زندگی زندگی میں دُوسری دُنیا میں جانا سیکھ لے
وگرنہ مار کر لے جایا جائیگا۔

نہیں کھلا کرتا ، ہر قفل کو وہی چابی لگے گی جو خاص طور پر اس قفل کو کھولنے کے لئے بنائی گئی ہو ۔

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات بنتے ہی جُدا ہو جانا

سو میرے بھائی اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ باقی تصنیفات کے ہوتے ہوئے ان زیر نظر تصنیفات کی ضرورت نہیں ہے ۔ تو میں ہرگز ہرگز کبھی قلم نہ اٹھاتا ۔ اور جو کچھ لکھ چکا ہوں ۔ کبھی کا پھاڑ پھینک دیتا ۔ یا کہیں دفن کر دیتا ۔ سوا سے جانِ عزیز ! اشاروں سے تیری بات نہ بنے گی ۔ بجھے خود ان معموں کو حل کرنا ہے جو ابھی تک حل طلب پڑے ہیں ۔ بجھے اس نظر کو کھولنا پڑے گا ۔ جو ابھی تک بند پڑی ہے تیرا یہ جہان نہیں جہاں کہ تو اب ہے ۔ تیرا جہان کوئی اور ہے ۔ اور تجھے اس جہان میں جانا پڑے گا ۔ خود زندگی زندگی میں جانا نہ سیکھے گا تو تجھے مار کر لے جایا جائے گا تجھے دونوں صورتوں میں ضرور دوسری زندگی سے دو چار ہونا پڑے گا ۔ ذرا میری طرف دیکھ ! دوسری زندگی کو پھر دوبارہ موت نہیں ہو گی جیسی موت کہ اس زندگی کو لاحق ہے ۔ یہ زندگی تو فانی ہے ۔ پھر کیوں نہ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا یعنی مرنے سے پہلے ہی مر جائیں " اور موت سے پہلے ہی مر جانیکا مطلب یہ ہے کہ اسی زندگی میں معنوی موت ، رُوحانی موت ، نفسانی موت مر کر زندہ جاوید ہو کر حیاتِ جاوداں حاصل کرلیں ۔

فطرت و قدرت انسان کی سب سے بڑی رہنما ہے

ع اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
زمیں اور بھی آسماں اور بھی ہیں!

بات در اصل یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز، کائنات کا ذرہ ذرہ بذات خود پکار پکار کر راہ دے رہا ہے۔ جاندار بھی بے جان بھی سب کی سب چیزیں راہ دے رہی ہیں۔ دُنیا کی، کائنات کی ہر چیز ہر بات کیا جاندار کیا بے جان سب کی سب میری استاد ہیں۔ سچ عرض کر رہا ہوں۔ تو ان کے سبق دینے کو نہ سمجھے تو اور بات ہے۔ تو انہیں در خورِ اعتنا نہ سمجھے تو یہ بھی اور بات ہے۔ تو ان کی زبان نہ سمجھے تو یہ تیری کج فہمی ہے۔ ورنہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ رہنما ہے۔ استاد ہے۔ پیر ہے۔ مرشد ہے۔ اور میں ان چیزوں کے آگے آگے نہیں چلا بلکہ اُنکے پیچھے پیچھے چلا ہُوں۔ یہی وجہ ہے کہ قفل کھلتا گیا۔ ہر بات بنتی چلی گئی۔

ع کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

سو اگر عقلمند ہے۔ تو بھی ان سے سبق لینا سیکھ لے۔ آخر میں نے بھی تو انہیں سے سبق لینا سیکھا ہے۔ تو بھی سیکھ لے۔ اگر تُو نے کچھ سیکھ لیا تو شاگرد سے خود بخود استاد بن جائے گا۔ اور ان سے یوں سیکھ کہ ؎

فطرت کوئی نتیجہ خود ہی نکال لے گی
دل نذر ناز کر دے اور بے نیاز ہو جا

واللہ یہ تصنیف تجھے اپنے پاؤں پر آپ کھڑا کرنے کے لئے لکھی جا رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہُوں۔ آج کل سب سے بڑی مرض یہ ہے کہ ہر کوئی سہارا ڈھونڈھ رہا ہے۔ اگر تو نے سہارے کی مرض سے نجات حاصل کر لی۔ تو سہارا دینے

اِس تصنیفِ لطیف کے فوائد ؟؟
("تو اور میں" اپنا اپنا جائزہ!)

والے خود بخود باطن میں تیرے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ جو ٹیک لگانے کے لئے لاٹھی ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے۔ یہ بھی زمین پر پھینک دے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جا۔ پھر یہی لاٹھی موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا بن کر تیری حفاظت پر مامور ہو جائے گی۔ ع

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی[1] اِس زمانے میں
تو اقبال اسکو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

اے میرے بھائی! اِس تصنیف لطیف کے فوائد کیا پوچھتے ہو: میرا خیال ہے پوچھو نہ۔ ذرا مجھے دیکھو، میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ یہ جو کچھ میں قلمبند کر رہا ہوں یہ قال نہیں حال ہے یہ تحریر نہیں بلکہ میرے دل کی تفسیر ہے۔

ع "دیکھو مجھے جو چشمِ بصیرت فروش ہے"

اس میں کوئی بات ایسی نہیں جو اِس بندہ کی نظر سے، حال سے، قلبی واردات سے ہو کر نہ گزری ہو۔ در اصل یہ تینوں کتب، تصنیفات نہیں ہیں۔ بلکہ میری "آپ بیتی" ہیں اولیاء کرام و بزرگانِ دین کی بات نہ کیجئے۔ سبحان اللہ وہ اہل اللہ، واصل باللہ، صاحبِ مقام ہُوا در فقر کے بُلند مقام پر فائز تھے، سُبحان اللہ۔

---

[1] جرمنی کا مشہور مجذوب فلسفی نیٹشا جو اپنی قلبی واردات کا ٹھیک اندازہ نہ کر سکا اور نتیجتاً غلط راستہ پر چل نکلا۔

جسم کی زندگی عارضی ہے لطائف کی زندگی دائمی ہے

ان پر میرا اسلام ہو۔ لیکن یہ گفتگو تو میرے اور تیرے درمیان ہے۔ تو بھی مبتدی اور میں بھی مبتدی تجھے پیر ناقص کھا گئے اور مجھے میرے دل نے لوٹ لیا۔ (پیروں سے مار میں نے نہیں کھائی) مجھے گدی نشینی، سجادہ نشینی لے ڈوبی اور مجھے تیری کورنگاہی نے بیدل کر دیا۔ مجھے خلافت کا شوق تھا وہ مجھے مل گئی اور مجھے یہ کھلونا دے کے بہلا دیا گیا ہے اور تو خوش ہو گیا ہے۔ ذرا مجھے بتا تیری خلافت کیا مجھے مقام ذات تک پہنچا دے گی یا راستے ہی میں تعظیم و تکریم و حرص و ہوا و نفس تیری کشتی عین دریا کے درمیان لے جا کر تجھے ڈبو دے گی۔ مجھے کسی جگہ سے خلافت ملی۔ اور میں نے یہ خلافت ۲ پیسے میں فروخت کر دی ہیں پھر بھی یہ سمجھتا ہوں کہ بہت فائدہ میں رہا میری خلافت دو پیسے میں بہت مہنگی بکی ہے۔ سستی مت سمجھئے۔ میرے خیال میں تو یہ خلافت دو پیسے کی بھی نہ تھی۔ اور میں نے کندھوں سے بیکار خلافت کا وہ بوجھ اتار پھینکا جو تم اٹھائے پھرتے ہو۔ اب میرے اور تیرے حال میں کیا فرق و امتیاز رہا ؏

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا!
میں ھلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوۂ آذری

اب اس کا علاج ایک ہی ہے آؤ۔ ہم اپنے موجودہ راستہ کو تبدیل کریں۔ نئی راہیں متعین کریں۔ نئے زاویۂ نگاہ قائم کریں۔ نئے عزم اور نئے ولولے کیساتھ سفر شروع کریں۔ اگر آپ نے میرا ساتھ دیا۔ تو انشاءاللہ، خدا نے چاہا تو منزل مقصود کو پا لیں گے۔ آج وقت ہے۔ یاد رکھئے سامنے موت آ رہی ہے۔ پھر

حواس خمسہ باطنی نیند میں بھی بیدار رہتے ہیں!

وقت ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ پھر ہمارا کفِ افسوس ملنا کسی کام نہ آئیگا۔ اور یہ بھی یاد رکھئے دوبارہ مہلت نہ ملے گی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے فرمان کیمطابق دوبارہ مہلت دی جائے گی۔

(۱) اے طالب: اس تصنیفِ لطیف کو جو کوئی خلوص دل سے پڑھے گا اور پھر تہہ دل سے اس پر عمل بھی کرے گا وہ صاحب عرفان ہو جائے گا۔

(۲) اگر تو نے علم العین کو سمجھ لیا پھر عمل بھی کیا تو صاحب نظر ہو جائے گا۔

(۳) علم العین کے ساتھ اگر آپ نے زاویۂ نگاہ بلاواسطہ پر بھی عمل کیا تو پہلے روز ہی آپ کی پرواز شروع ہو جائے گی۔

(۴) اگر زاویۂ نگاہ کے ساتھ آپ نے استغراق کو بھی پا لیا تو آج ہی آپکی باطنی نظر کھل جائے گی۔ اور آپ باطنی دُنیا میں داخل ہو جاؤ گے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ آپ کی زندگی میں آپکی دائمی زندگی کا پہلا دن ہوگا۔

(۵) اور جب ایک دفعہ آپ کی باطنی نظر کھل گئی تو پھر یہ نظر دائمی طور پر آپ کو حاصل ہو جائے گی۔ یہ نہ سلب ہو سکے گی اور نہ کوئی چھین سکے گا۔ چونکہ یہ راستہ توحید کا ہے۔ وِرد و وظائف کا نہیں۔ جو سلب ہو جائیگا۔

(۶) یہ ایسی تصنیف ہے کہ ظاہری مرشد و راہنما کے بغیر ہی اس کا باطنی راستہ باطنی نظر، باطنی پرواز، باطنی سفر جاری ہو جاتا ہے۔

(۷) یاد رکھئے اور یقین کیجئے۔ مُرید ہونے سے پہلے پہلے میرا کوئی دوست میرا کوئی بھائی ایسا نہ تھا اور نہ ہے جس کی باطنی نظر، باطنی پرواز جاگتے جاگتے

حواسِ خمسہ باطنی کو کھولنا ایک معمہ ہے فہم من فہم

بیٹھے بیٹھے نہ کھل گئی ہو. میرے سارے دوست مُرید ہونے سے قبل بھی صاحبِ نظر باطنی تھے اور ہیں.

(۸) تو خواہ مخواہ محتاج. دست نگر ہو گیا ہے. باطنی نظر کھولنے یا کھلنے پر کوئی کسی کی پابندی نہیں ہے.

(۹) آپ اپنی باطنی نظر گھر بیٹھے کھول سکتے ہیں. طریقے سب کے سب مفصل اور مکمل طور پر ہر کتب میں جو بندہ نے تصنیف کی ہیں. بتا دیئے گئے اور وہ بھی سب کچھ بتا دیا گیا ہے جو آجتک کسی نے نہیں بتایا تھا- آج تک جو راز درون در پردہ تھے سب کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے. اور اب بتا تیری نظر کھلنے میں کون سی رکاوٹ حائل ہے. میری تصنیف اوّل بنام "سیف الرحمان" کا مطالعہ کیجئے سب کچھ معلوم ہو جائے گا.

(۱۰) جب ایک دفعہ آپ پر باطنی نظر کا دروازہ کھل گیا تو پھر مرحلہ آئیگا کہ اسے اپنے اختیار میں کیسے لایا جائے. یعنی جب جی چاہے باطن میں جانا اور جب جی چاہے باطن سے برآمد ہونا. جس وقت جی چاہے باطنی جلوے دیکھنا. اور جب جی چاہے باطنی پرواز کرنا. فکر نہ کیجئے ایک مشکل حل ہو گئی تو باقی مشکلات کے دروازے خود بخود کھلتے جائیں گے.

(۱۱) تجلیات کا نزول تو آپ پر پہلے روز ہی شروع ہو جائیگا. میرے سارے دوستوں پر بھی پہلے روز ہی تجلیات کا نزول شروع ہوا. اسکے ساتھ ہی باطنی دُنیا کے نظارے شروع ہو جاتے ہیں. اور پھر بزرگانِ دین. اولیاء کرام کی آمد شروع ہو

باطنی پرواز بھی ایک معمّہ ہے جس نے کھول لیا سو کھول لیا،

جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کی باطنی رہنمائی شروع ہو جائے گی۔ پھر جو چیز آپ ظاہری مرشدوں سے آج تک نہ پا سکے۔ وہ سب کچھ باطنی رہنماؤں سے پا لوگے (۱۲) ظاہری دُنیا میں دھوکا۔ فریب۔ لالچ۔ خدمت، روپے پیسے کا زیا سب کچھ ہوتا ہے لیکن باطنی رہنماؤں پر آپ کو ان میں سے کچھ بھی ضائع کرنا نہ پڑیگا (۱۳) کامل مرشد زندہ ایک بے بہا نعمت ہے۔ لیکن افسوس اس دنیا میں ایسے کامل رگ کسی خوش نصیب کو ہی ملتے ہیں۔ ورنہ باقی سب کچھ کوڑا کرکٹ ہی ہے۔ جہاں پہلے ہی آپ کے گھر کے صحن میں کوڑا کرکٹ بکھرا پڑا ہے اس میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ پاؤ گے کچھ نہیں۔ ہاں البتہ تعویذ گنڈوں سے دل بہلانا ہے تو پھر آپ کے لئے یہ کوڑا کرکٹ ہی زیادہ راس آئے گا۔ مزے کی بات سناؤں آج تک میں نے نہ کبھی کوئی تعویذ کیا ہے نہ گنڈا۔ یہ کام ظاہری دُنیا داروں کا ہے۔ ہمارا نہیں۔ درویش صرف خدامست، اہلِ توحید ہوتے ہیں۔ ان کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ (۱۴) کسی کا دل زندہ کرنا سب سے اچھی بات ہے۔ اور اسی کو اپنانا چاہیئے۔ یا باطنی نظر کا پیدا کرنا سب سے اچھی مہربانی ہے یہ کیجیئے۔ اہل اللہ لوگوں کو دوکانداری سے کیا غرض۔ (۱۵) اس تصنیف لطیف سے تیرے باطنی حواس خمسہ کے کھلنے کا راستہ صاف ہو جائیگا۔(۱۶) یاد رہے حواس خمسہ بند کرنے کی کلید علم العین ہے۔ اور علم العین کی کلید کیا ہے۔ یہ بھی آپکو اس تصنیف میں پتہ چل جائیگا (۱۷) اب آپکو ایک اور کلید حاصل ہو گی اور وہ یہ ہے کہ اپنی مرضی سے حسب خواہش باطن میں آجا سکو گے (۱۸) کیا آپ چاہتے ہیں کہ تجلیات کا نزول بالکل کھلی آنکھوں سے آپ پر لمحہ بہ لمحہ ہردم ہونے لگے

ظاہری آنکھ سے مشاہدہ بھی ایک معمّہ ہے فہم مَن فہم

(۱۹) کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا ایک الگ راستہ، الگ طریق کار، ایک الگ نظر و نگاہ ہے اس راز کی کلید بھی آپکو اس تصنیف میں عطا ہو جائیگی. گو یہ ایک باریک نکتہ ہے تاہم قابلِ عمل ہے. فکر کی کوئی بات نہیں.

کہ سالک بے خبر نبود ز رسم و راہ منزلہا!

(۲۰) دعوت کے علم کا ایک بہت دقیق و عمیق معاملہ ہے. جسکے لیے نصف شب کو جنگلوں میں مزاروں پر، قبروں پر، ویرانوں میں، بیابانوں میں جانا پڑتا ہے. اسکو بھی اس بندے نے اتنا آسان کر دیا ہے کہ کہیں بھی جانے کی ضرورت نہ پڑے گی. آپ اپنے گھر میں بیٹھ کر الگ کمرۂ تنہائی میں پڑھ سکتے ہیں. اور دعوت کی کلید اور دعوت کا عمل انشاء اللہ جاری ہو جائیگا.

(۲۱) جب ایک دفعہ دعوت کا عمل جاری ہو جائیگا تو پھر آپ ہر روضہ پر، ہر قبر پر اہلِ قبر سے ملاقات کر سکیں گے اور روحانی سے ہمکلام ہو سکیں گے اور اپنے سوال کا جواب بذریعہ حاضرات اسم اللہ ذات مثالی صورت میں یا عین بعین پا لو گے (۲۲) حاضرات اسم اللہ ذات کی اشغال میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں. لیکن حاضرات باطن میں چلنے والوں کیلئے حاضرات اسم اللہ ذات کا علم جاننا نہایت ضروری ہے. گو حاضرات اسم اللہ ذات بیان کر چکا ہوں تاہم اسکی عملی صورت بھی آپکو سمجھا دی جائیگی. اسکے سمجھنے سے ہر منزل و مقام کی ہر بات بالکل واضح ہو جائیگی. اس سے سارے باطنی معمّے اور سارے باطنی اشکال دُور ہو جاتے ہیں. (۲۳) ظاہر کی زبان اور ہوتی ہے. باطن کی زبان اور. ظاہر کا علم اور ہوتا ہے، باطن کا علم اور. ظاہر کی آنکھ اور ہوتی ہے. باطن کی چشم اور. پس آپ کو باطن کی زبان، باطن کا علم اور باطن کی آنکھ سمجھا دی جائیگی. (۲۴) باطن میں اسم اللہ ذات روشن، تاباں. متجلّی دیکھنے کیلئے لوگ ترستے ہیں. لیکن اکثر باطن میں اسم اللہ متجلّی دیکھنے سے قاصر ہیں. اس کا ایک نہایت آسان طریقہ آپ کو بتا دیا جائیگا. (۲۵) کھلی آنکھوں سے اسم اللہ متجلّی باطنی دیکھنا بہت بڑی بات ہے اسکا راز اور اسکی کلید بھی آپکو بتا دی جائیگی (۲۶) جب ایک دفعہ کھلی آنکھوں سے آپنے اسم اللہ متجلّی دیکھ لیا تو ہمیشہ کیلئے کھلی نظر کے دروازے آپ پر کھل جائیں گے.

باطنی مشاہدہ بھی ایک معمہ ہے جس نے جان لیا سو جان لیا !

"انتباہ"

"یہ تجربہ کیو جسے نہیں بلکہ تجربے سے بچنے کی تدبیر کیلئے ہے"۔

ان تصنیفات کے تمام قارئین کرام کی خدمت میں نہایت عاجزی یہ عرض ہے کہ ان تصنیفات کو پڑھکر اپنا مطلب حل کرنے سے غرض رکھئے۔ مجھ تک پہنچنے یا مجھ سے ملنے کیلئے کوئی میرا محترم تکلیف نہ فرمائے۔ نہ یہ میرا فخر ہے نہ غرور' نہ میں پیر ہوں نہ پہنچا ہوا فقیر نہ درویش ہوں نہ خرقہ پوش' نہ صاحبزادہ ہوں نہ حضرت صاحب۔ نہ گدی نشین ہوں نہ سجادہ نشین' نہ اہلِ مدرسہ ہوں نہ اہلِ خانقاہ۔ میں تو ایک نہایت ہی معمولی' عام سا آدمی ہوں۔ ابھی تو آدمی ہی ہوں شاید کبھی انسان بن جاؤں ؎

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

آپکو مجھ سے ملکر کیا لینا ہے۔ میرا شیوہ گمنامی ہے۔ اور طریق میرا تنہائی ہے' مجھے تنہائی ہی میں رہنے دیجئے' مجھے گمنامی کے حال پر ہی چھوڑ دیجئے۔ اور پھر مجھے جو کچھ آپکو سمجھانا تھا سمجھا دیا۔ کھول کھول کر' مفصل طور پر بیان کر دیا نیز مجھے جو کچھ آپ کو دینا تھا وہ آپ کے گھر پہنچا دیا ہے۔ آپکی تکلیف مجھ پر گراں ہے۔ آپکا میرے دل میں درد تھا۔ بھی تو آپ کیلئے نہ دن کو آرام کیا نہ راتوں کو نہ مجھے آپ سے داد و تعریف کی آرزو ہے۔ نہ خدمت و امداد کی حاجت۔ آپکا بھلا ہو گیا تو مجھے سب کچھ مل گیا۔ اسلئے میرے درد مند دوست' بس ٹھیک ہے۔ جو کچھ پڑھا ہے جو کچھ سمجھا ہے یا جو کچھ سمجھا دیا گیا ہے۔ اس پر مکمل طور پر تہہ دل سے عمل کیجئے۔ خدا آپکا بھلا کرے گا۔ آپ کو آنکھوں کی باطنی۔۔۔۔۔۔۔۔

روشنی مل جائے گی۔ اسلئے کوئی جواب طلب بات ہو تو جوابی لفافہ لکھکر جواب حاصل کریں۔ سے

اگے شوق سی بڑا سوسائیٹیاں دا ہُن سوسائیٹیاں تو ڈراپیے رہیدا
تیرے خیال بُچ ہو وگئی نادانی اے پَر اپنے خیال وچ کھرے رہیدا
جے کوئی پوچھے جی اَج کل شغل کی اے اوہنوں آکھیدا اجکل گھرے رہیدا

٭

کچھ عرض احوال

"مجھ سے تصوّف کے تمام قانون و قواعد کیسے اور کیونکر وجود میں آئے"

میرا دل تو نہیں تھا کہ کچھ اپنے متعلق بھی عرض کرتا۔ چونکہ جو مزا تصوّف کے باریک نکات حل کرنے میں آتا ہے۔ اور جو سُرور ان نکات پر عمل کرنے میں آتا ہے۔ وُہ داستاں بیان کرنے میں نہیں آتا۔

چونکہ یہ تینوں تصنیفات میری عملی زندگی کا ماحصل، ثمرہ، نتیجہ ہیں اس لئے چاہیئے کہ آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ میری باطنی نظر کیسے اور کیونکر پیدا ہوئی میں نے کیا کچھ کیا کہ تجلیات کا نزول شروع ہو گیا۔ میں نے کیا عمل کیا کہ اسم اللہ ذات باطن میں متجلّی ہو گیا۔ پھر اسکے بعد مجھ پر کیا بیتی کہ تجلیات علانیہ برہنہ طور پر میری آنکھوں و دل و دماغ پر برپا ہونے لگیں۔ پھر کون سا ایسا طریق کار تھا۔ جس پر چل کر اسم اللہ ذات بھی علانیہ آنَسْتُ نَشْتُ ... میری آنکھوں کے سامنے متجلّی ہونے لگا۔ اور میری باطنی پرواز کیسے جاری ہوئی۔ پھر کیسے باطنی منازل طے ہونے لگیں۔ ملکوت و جبروت کے عوالم میں کیسے داخل ہوا۔ اور مقاماتِ الٰہیہ میں کیسے اور کیونکر دخول ہوا۔ پھر مذکورہ بالا امُور پر کیونکر میں نے تحقیقات کی۔ پھر کیسے اور کیونکر تصوّف کے قانون و قاعدے وضع کئے۔ پھر کیونکر تصوّف کے قانون کو ایک سلک میں پرو دیا۔ اور ہر جُز کی کڑیاں جوڑ جوڑ

کہ کیونکہ ایک ایسی تصوّف کے قانون کی زنجیر بنا دی کہ آپ ایک کڑی بھی اس زنجیرِ تصوّف سے الگ نہیں کر سکتے۔ یہ سب کچھ اسقدر پختگی کے ساتھ کڑی در کڑی تصوّف کے قانون کی زنجیر کو جوڑا گیا ہے کہ آپ تو کیا میں خود اس سے ایک بھی کڑی کو جُدا نہیں کر سکتا۔ جو اینٹ جہاں جہاں اس عمارتِ تصوّف میں جڑ دی گئی اس کو وہاں سے نکال کر اگر کسی دوسری جگہ فٹ کرنا چاہو گے تو ہرگز فٹ نہ ہو گی۔

اگر سمجھیں تو دُنیا کی ہر ایک چیز کیا جاندار کیا بے جان

ہماری راہنما ہے!

کرے گر فکر تعمیرِ خرابِ ہائے دل گردوں
نہ نکلے خشت مثلِ استخواں بیروں ز قالبہا!

یعنی جس طرح ہم اپنے جسم سے ایک ہڈی کو نکال کر اگر چاہیں کہ جسم کے کسی دُوسری جگہ فٹ کر دیں تو ہرگز فٹ نہ ہو گی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک لازوال صنعت ہے۔ کہ جو چیز اس نے جس طرح جوڑ کر بنا دی اُسے آپ بدل نہیں سکتے۔ سو میرا تصوّف کی شاہراہ پر چلنا جادوئی نہ تھا بلکہ فطرت جو جو کچھ مجھے سکھاتی چلی گئی میں سیکھتا چلا گیا۔ یُوں سینکڑوں تجربات کے بعد از خود بلا وضع کئے ایک قانونِ تصوّف فطرت کے عین مطابق وضع ہو گیا۔

مثلاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے پانچ حواس خمسہ ظاہری عطا کئے اور پانچ حواس خمسہ باطنی عطا کر دیئے۔ اب آپ کوئی چھٹا حواس ہرگز پیدا نہیں کر سکتے۔ آپ کو انہی پانچ حواس سے کام لینا ہو گا۔ انہیں پانچ حواس کو بروئے کار لا کر مختلف منازل طے کرنا ہوں گی۔

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بار بار فرماتا ہے کہ تو ذرا میری کائنات

جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو کارآمد بنایا ہے کیا اُس نے تیرے جسم کے ہر عضو کو بیکار بنایا ہے

میری صنعتِ خلاقی کی طرف نظر کر، کیا تو میری صنعت میں کوئی دراڑ دیکھتا ہے پھر نظر پھرا کے دیکھ، پھر نظر گھما کے دیکھ تیری نظر تیری طرف ذلیل و خوار ہو کر لوٹے گی۔ میرا مدعا یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل و دماغ، حواس و قویٰ اور رُوح کو بیکار بنایا ہے؟ ہرگز نہیں۔ میرے بھائی ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کی ہر ایک چیز کو باقاعدہ کارآمد بنایا ہے۔ بلکہ تیرے دل و دماغ و نفس و روح میں فرش سے عرش تک، پھر عرش سے لامکان تک پھر لامکان سے ھاہویت (ذات) تک سب کچھ مندرج کر دیا ہے۔ اور ہر ملکہ ان حواس و لطائف میں یوں ودیعت کر دیا ہے۔ جیسے آم کی گٹھلی میں بعد سارے درخت کے بعد برگ و بار کے مندرج کر دیا ہے۔ جونہی تو اسے نمی پہنچائے گا تو وہی گٹھلی بعد اپنے برگ و بار کے پھوٹ نکلے گی اور ایک تن آور درخت بن جائے گی۔ سو اسی طرح جب میں نے اپنے آپکو ٹٹولا تو اس میں ایک نہیں سینکڑوں مدفون خزانے پائے۔ اور آج یہ تمام خزانے تیرے آگے ڈھیر کر رہا ہوں۔ اور یہ خزانے بذاتِ خود تیرے جسم میں بھی پوشیدہ ہیں۔ اگر تُو نے از خود جستجو کی ہوتی تو آج میں تیرے لئے اتنی تکلیف نہ اٹھاتا۔ اور نہ ہی قلم اٹھانے کی ضرورت پیش آتی، نہ راتوں کو تیرے لئے جاگتا۔ ذرا آنکھ کھول ذرا دیکھ۔ ذرا ڈھونڈھ یہیں کہیں تیری گمشدہ چیز تجھے مل جائے گی۔

مجھے آج تک یاد ہے کہ میں دوسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ شام کو لڑکے فٹبال کھلانے مجھے بھی لے جاتے تھے۔ میں ضد کر کے گول کیپر کھڑا ہوتا وہ

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ

کھیلنے لگ جاتے اور میں کھڑا اللہ ' اللہ کیا کرتا۔ مجھے دوسری جماعت میں بھی بزرگوں کا یہ قول یاد تھا کہ جو دم غافل سو دم کافر، سو گول کیپر کھڑے ہونے سے میری مراد یہی ہوا کرتی تھی کہ کوئی دم اسم اللہ کے بغیر خالی نہ جانے پائے۔ مگر یہ بچپن کی بات ہے۔ اسکے بعد ذکر کے ہزاروں طریقے۔ سینکڑوں راستے آزمائے اس وقت جبکہ میں ابھی ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا تو میں ذکر العین تک پہنچ گیا۔ اور یہاں پہنچ کر میری نظر نے قرار پا لیا۔ یعنی میری نظر ذکر العین پر آکر ٹھہر گئی۔ اور اسی ذکر العین کو اپنا نشیمن بنا لیا اور آج تک ۵۰ برس سے زیادہ ہونے کو آئے ہیں۔ اسی نشیمن میں رہتا ہوں۔ میرے ایک عزیز کے گھر پر لکھا ہوا ہے (فیصل آباد) " آشیانۂ آفتاب " آفتاب احمد طارق میرے عزیز کا اسم گرامی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کبھی میں اس کو اپنے آشیانۂ عین میں بھی بلاؤں اور پوچھوں کہ یہ آشیانہ کیسا ہے۔

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ بچپن کی جس عمر کا میں ذکر کر رہا ہوں اُس وقت نہ کوئی میرا استاد تھا نہ رہنما، نہ کوئی میرا پیر تھا نہ مرشد۔ اور نہ ہی میں نے تصوف کی کوئی کتاب پڑھی ہوئی تھی۔ پھر یہ میں ذکر العین، علم العین کے مقام تک کیسے پہنچ گیا۔ اور سچ پوچھو تو ذکر العین و علم العین راہ تصوف کا سب سے پہلا اور سب سے آخری راہ ہے۔ ذکر العین بھی تصوف کے تمام اذکار میں سب سے پہلا اور سب سے آخری ذکر ہے۔ (الفاظ کا بدل جانا اور بات ہے) لیکن مقام چشم ہرگز نہیں بدلتا۔ جستجو ہو، طلب ہو، شوق ہو تو یوں فطرت رہنمائی کرتی ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ بچپن کی زندگی طوفان ہوتی ہے جس طرف کو انسان اس طوفان کا رُخ پھیر دیتا ہے اس طرف کی ہر ایک چیز

بچپن کی زندگی طوفان ہوتی ہے اس طوفان کا رُخ جس طرف پھرا دوگے اسی طرف کی ہر ایک چیز کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر لے جائے گی!

کہ یہ طوفان بلا انگیز خس و خاشاک کیطرح اڑا کر لے جاتا ہے۔ سو بچپن میں میرے اندر بھی طوفان اٹھا۔ چوتھی جماعت میں تھا کہ مسجد کو اپنا گھر بنا لیا۔ نماز پڑھنا نمازیں پڑھانا۔ مسجد کی صفائی و سفیدی کرنا۔ اذان دینا یہ سب کچھ از خود میری تحویل میں تھا۔ مسجد میں ہی مصروف صلوٰۃ رہنا اور مسجد میں ہی سونا۔ گویا مسجد کیا تھی میرا گھر تھا۔ یا یُوں کہو کہ ؎

مسجد کے زیرِ سایہ اک گھر بنا لیا ہے
یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے!

کے مصداق مسجد ہی اوڑھنا بچھونا تھی۔ چوتھی جماعت میں بھی مَیں نے بہت وظائف کئے۔ کافی چلہ کشی کی، لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ تاہم قدرتی و فطرتی طور پر ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، پانچویں جماعت میں تھا کہ رات کو جنگل میں دو تین میل دُور نکل جاتا اور ذکر اسم ذات بالجہر کرتا چھٹی جماعت میں تھا کہ ذکر کا رُخ آنکھوں کیطرف پھرنا شروع ہو گیا۔ ساتویں جماعت میں مکمل طور پر ذکر بالجہر کا رُخ، ذکرالعین کیطرف مبدل (تبدیل) ہو گیا۔ اس سے قبل ہی کائنات کے ذرّے ذرّے پہ غور و فکر کیا اور تمام کائنات کی وقعت ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نہ پائی۔ میرا دل گواہی دیتا تھا کہ یہ تیرا مقام نہیں تیرا مقام کوئی اور ہے۔ دل کی بیقراری نشاندہی کرتی تھی کہ یہ تیرا گھر نہیں، تیرا گھر کہیں اور ہے۔ اور یہ بیقراری کشاں کشاں مجھے آگے ہی آگے لے جا رہی تھی

دُنیا کی ہر جاندار و بے جان چیز زبان رکھتی ہے؟

اور میں ہر ایک چیز کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے ہی آگے جا رہا تھا ؎
میرے پہلو میں دلِ مضطر نہ تھا سیماب تھا!

میرا ایک بہت ہی گہرا اعزیز ترین دوست تھا جس کا نام روشن اختر تھا، وُہ میرا دوست بھی تھا۔ بھائی بھی تھا، رازداں بھی تھا۔ بہت ہی نکتہ ور اور رمز شناس زیرک ترین انسان تھا۔ باطنی پرواز کا حامل تھا، آخری عمر میں اس کو باطنی محکمہ رجال الغیب میں شامل اور ملازم کر لیا گیا تھا۔

رجال الغیب کا محکمہ غیبی سرکاری محکمہ ہوتا ہے۔ جو اپنے اپنے علاقے کی ہر چیز کا نگہبان ہوتا ہے۔ اور ہر بات کا جوابدہ ہوتا ہے۔ یہ خفیہ یا باطنی پولیس کا محکمہ بھی کہلاتا ہے۔ اس محکمہ کا مکمل ذکر عرفان میں ملاحظہ فرماویں) بہرحال جناب روشن اختر کو باطنی پولیس کا ملازم بنایا گیا تھا۔ ہماری راتیں اکٹھے گزرتی تھیں بچپن میں۔ وُہ مجھ سے عمر میں زیادہ بڑا تھا اور میں ابھی چھٹی ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ اکثر اوقات ہماری رات کی محفل اتنی طویل ہوتی کہ شام کو بیٹھتے تو صبح سُورج نکل آتا تھا۔ یہ ذکر میں نے ضمناً کیا ہے کہ اُن سے ایک بات منسُوب ہے۔ جو ایک آدھ صفحہ لکھنے کے بعد آپکو سناؤں گا۔ ابھی ذرا ایک اور بات سُن لیجئے۔

نوٹ: یہ میں اپنی باتیں تعریفیہ یا فخریہ نہیں سنا رہا۔ بلکہ اس لئے سُنا رہا ہوں کہ جو قانون تصنیف ۱؎ سیف الرحمٰن میں اور تصنیف ۲؎ اللہ جل شان میں وضع کئے گئے تھے وُہ کیسے بنے اور دونوں سابقہ تصانیف کی اصلی عملی صورت کیا ہوتی ہے۔ چونکہ آپ اس باطنی راستے پر چلنا چاہتے ہیں یا چل رہے ہیں۔ تو آپ کو بعینہٖ انہی مدارج سے گزرنا ہوگا جن سے میں گزرا ہُوں۔

حواسِ خمسہ باطنی بیدار نہ کرو گے تو باطنی پرواز بھی جاری نہ ہوگی!

توحید کا اس کے سوا، اور کوئی دُنیا سب سے آسان راستہ ہے ہی نہیں۔ اس لئے اسے غور سے پڑھئے۔ قدم قدم پر آپ کو ایک نیا راستہ ملے گا۔ اور قدم قدم پر علم الیقین کے نئے نئے زاویے قائم ہوں گے۔ اسلئے ان ساری باتوں کو بڑے غور سے سُن لیجئے آپ کا بھلا ہوگا۔ چونکہ آپ کو بھی انہی راہوں پر چلنا ہوگا جن پر چل کر میں گزرا ہوں۔ اور اس بات کو بھی غنیمت جانئے کہ میں آپ کو ہر بات بلا پردہ کھول کھول کر سنا رہا ہوں تاکہ کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جو آپ کے راستے کی رکاوٹ بنے؟

میں چھٹی جماعت میں تھا مجھے ایک بزرگ ملے، وہ بزرگ صاحب حضوری اور صاحب مقامِ توحید، اہل رسید میں سے تھے۔ حضور کی مجلس باطنی کے رکن بھی تھے۔ اور صاحب مقامِ فقر بھی تھے۔ ایک روز آپ نے مجھے فرمایا کہ بیٹے تو میرا مُرید ہو جا۔ میں نے عرض کیا، حضور بے شک میں آپ کا مُرید ہو جاتا ہوں مگر ایک شرط پر، اور وُہ شرط یہ ہے کہ میں خواب میں دیکھنے کا قائل نہیں ہوں میں جاگتے جاگتے بیٹھے بیٹھے دیکھنا چاہوں گا۔ سو کر نیند میں نہیں۔ آپنے فرمایا ضد نہ کرو۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنی ضد اور شرط قائم رکھی۔ کافی تکرار کے بعد آپنے فرمایا۔ اچھا چلو ٹھیک ہے۔ پانی تو پلوں کے نیچے سے ہی گزرے گا، اُوپر سے نہیں۔ میں نے عرض کیا ٹھیک ہے اگر میرا بس نہ چلا، اگر میں ناکام ہو گیا۔ اگر میں بینائی حاصل نہ کر سکا تو پھر پانی پُل کے نیچے ہی سے گزر جائے گا۔ (یعنی میں ہتھیار ڈال دونگا) ...... پھر اس کے بعد بہت پیر دیکھے، بہت دروازوں پر گیا لیکن کسی نے بھی میری شرط جاگتے ہوئے

تیرا کام کارِ آشیاں بندی نہیں تو لامکاں کا مکین ہے!

دکھانے والی پوری نہ کی۔ آخر تھک ہار کر میرے دل میں ایک نئی بات نے انگڑائی لی۔ ایک روز میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اے دل کیا تو یہ چاہتا ہے کہ کوئی اور آ کر تجھے یہ کہے کہ تو خدا سے محبت کر۔ اور اپنے دل سے کہا کہ خدا بھی موجود ہے اور تو بھی موجود ہے۔ پھر تیری محبت میں کون سی چیز حائل ہے تو ذرا اس وادیٔ عشق میں قدم رکھ کے تو دیکھ۔ تو ذرا باطنی کوشش کر کے تو دیکھ۔

اتفاق کی بات کہئے یا قدرت کی کرشمہ سازی۔ اسی رات جب میری روشن اختر مذکورہ سے ملاقات ہوئی تو ہم رات کو بیٹھے تھے۔ اس زمانے میں شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ اردو و فارسی و عربی ادب سے نہایت ہی گہرا دلی لگاؤ تھا۔ رات کو اندھیرا تھا۔ سرسوں کے تیل کا دیا بجھ چکا تھا۔ اسی اثناء میں روشن اختر چونکا۔ میں نے حیرانی سے پوچھا، کیا ہوا۔ روشن نے بتایا یار میں نے کمرے کے اس کونے میں چھت کے ساتھ ایک براق تجلی دیکھی ہے میں نے متجسس ہو کر پوچھا۔ ذرا بتاؤ کہاں تجلی دیکھی ہے۔ روشن نے انگلی کے اشارے سے چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہاں اس کونے میں چھت کے پاس۔ میں نے کہا۔ ناجی نا۔ مجھے تو کہیں نظر نہیں آ رہی۔ روشن نے کہا مجھے تو نظر آ رہی ہے۔ میں بہت ششدر رہ گیا۔ حیران ہو گیا۔ چند لمحے بعد وہ تجلی غائب ہو گئی نصف گھنٹہ بعد مجلس برخاست ہوئی تو میں اپنے گھر چلا۔ لیکن میرے دل میں وہ تجلی کا خیال یوں بیٹھا کہ میں ایک لمحہ کو بھی فراموش نہ کر سکا۔ رات کے بارہ بجے کا عمل تھا کہ میں گھر پہنچا۔ بجلی ان دنوں میں نہ ہوتی تھی یہاں پر میں جناب حضرت حیات محمد قدس سرہٗ (حقیقی بھائی جان) فنا فی اللہ

اگر نصب العین زندگی کا کوئی متعین نہ ہو تو آزادی کس کام کی؟

بقاباللہ، صاحبِ مقام ہُو، صاحبِ مقامِ فقر کا نہایت ہی شکرگزار ہوں اور باقی سب بھائیوں اور ماں باپ کا بھی نہایت ہی شکرگزار ہوں کہ ان میں سے کسی کی بھی مجھ پر کوئی پابندی نہ تھی کہ تم آدھی رات گئے تک کہاں رہتے ہو، کوئی نہ پوچھتا تھا۔ تم ساری رات کہاں رہے، تم گھر سے غیر حاضر رہتے ہو۔ کہاں رہتے ہو۔ کوئی بازپُرس نہ تھی۔ اور یہ ان کا مجھ ناچیز پر بہت بڑا احسان ہے۔ یہی حال جناب چوہدری فتح محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس (یہ بھی میرے سب سے بڑے حقیقی بھائی ہیں، یاد رہے ہم پانچ بھائی ہیں۔ سب سے بڑے جناب چوہدری فتح محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس (۲) جناب حضرت حیات محمد صاحب قدس سرہٗ (۳) جناب چوہدری حاجی نیاز محمد صاحب ریلوے ڈرائیور، (۴) جناب چوہدری شیر محمد صاحب زمیندار بھکر ضلع میانوالی (۵) سب سے چھوٹے (اتنے ہی کھوٹے) یہ حقیر ڈاکٹر نور محمد سروری (۶) ہماری ایک بہن تھی وہ بھی مجھ سے بڑی تھیں۔ میں اپنے گھر میں سب سے چھوٹا تھا۔) سب کے آزادی، پرورش بہ ناز و نعمت کے بارے میں مجھ پر بہت بڑے احسانات ہیں۔ جنکا حق میں کسی طرح بھی ادا نہیں کر سکتا ماں باپ کا اور سب کا بہت بہت شکرگزار ہوں۔ اس وقت میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ اور ٹپ ٹپ میرے دامن پر اور تصنیف ہذا پر گر رہے ہیں، اگر انہوں نے مجھ کو اتنی آزادی نہ دی ہوتی تو شاید میں آج یہ تصنیفات نہ لکھ رہا ہوتا۔ دراصل میری طبیعت بھی شرارت آمیز نہ تھی وہ بھی میری طبیعت اور میرے حال کو سمجھتے تھے۔ اسی لئے مجھ پر پابندی بھی کوئی نہ لگائی گئی۔ سو اس زمانے میں گو بچہ ہی تھا۔ چھٹی ساتویں جماعت میں کیا عمر ہوتی

باطن میں رُوح کا آفتاب طلوُع ہو تو تاریک جسم کا جہان روشن ہوجاتا ہے!

ہے. مگر تھا اپنے حال میں مست، شوریدہ حال، نہایت ہی گہری متجسس نگاہوں کا حامل، سینے میں ہزاروں طوفان کے سلے ہوئے دل، سر میں سودائے عشق سمائے ہوئے، دنیا اور دنیا والوں سے بے خبر، اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا، اپنے مقصد اعلیٰ کے سوا مجھے اور کچھ سوجھتا ہی نہ تھا. بہرحال رات کے بارہ بجے جب میں گھر پہنچا تو تمام لوگ سوئے ہوئے تھے، میری چارپائی سب سے الگ ایک تنہا کوٹھے کی چھت پر ہوتی تھی. میں چارپائی پر یوں بیٹھ گیا کہ پاؤں چارپائی سے نیچے لٹکالئے. اور سر کو بالکل سیدھا رکھا. رجھکایا نہیں سر کو اور اپنی نظریں بالکل سامنے گاڑھ کر آنکھیں بند کرکے متوجہ الی اللہ ہوگیا بنظریں گاڑھنے کی وجہ سے پیشانی پر کچھ بوجھ پڑا، لیکن میں نے اسکی مطلق پروا نہ کی. آہستہ آہستہ ظاہری حواس خمسہ ڈوبتے چلے گئے. پھر متوجہ رہا تو اور زیادہ ڈوبتے گئے. کوئی ۱۵، ۲۰ منٹ گذرے ہونگے کہ میرے حواس خمسہ ظاہری مکمل طور پر باطن میں ڈوب گئے. اور مجھ پر ایک گونہ استغراق طاری ہوگیا. عین اسی عالم استغراق میں ایک سفید براق تجلی بجلی سے بھی روشن تر میری آنکھوں پر پڑی، جس نے میرے تمام جسم، نیز دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھدیا. اس کے ساتھ ہی جسم میں ایک لرزش کے ساتھ میں نے فوراً آنکھیں کھول دیں. اور میں ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کہیں کسی نے مجھ پر بیٹری سے روشنی تو نہیں ڈالی. یا کسی نے لالٹین تو نہیں جلائی. یا کسی نے ماچس تو نہیں جلائی. لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی، ہر طرف اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا تھا. میں مطمئن تو ہوگیا کہ یہ کوئی بیرونی روشنی نہیں تاہم تذبذب میں رہا اور لیٹ گیا. اپنے حواس کو ڈھیلے چھوڑ دیا. اور نیند آگئی.

کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپکی باطنی نظر کیسے کھل سکتی ہے

یہ میری باطنی زندگی کا پہلا ڈرا تھا نیز یہ میری باطنی نظر کھلنے کا پہلا دن تھا؟

دن چڑھا۔ سکول گیا۔ لیکن رات کا شدت سے انتظار کرتا رہا۔ خدا خدا کر کے رات آئی۔ روشن اختر کے پاس گیا۔ لیکن یہ رات کا واقعہ میں انہیں بتایا نہیں مجلس منعقد ہوئی۔ بارہ ایک بجے پھر گھر کو روانہ ہوا۔ پہلی رات کیطرح چھپکے سے پھر اسی اپنی چارپائی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اور نظریں سامنے گاڑھ کر آنکھیں بند کر کے اسم اللہ ذات میں محو گیا۔ اور حواس خمسہ ظاہری آہستہ آہستہ بوجھل ہوتے چلے گئے۔ پیشانی پر بوجھ بھی رہا۔ تاہم میرے مقصد کے سامنے یہ معمولی بات تھی۔ پھر حواس اور زیادہ ڈوبتے چلے گئے۔ سر کو اسی طرح بالکل سیدھا رکھا اور نظریں سامنے جمائے رکھیں۔ اور تصور اسم اللہ ذات جاری رکھا لیکن حواس کے ڈوبنے کے ساتھ ساتھ سامنے سے اسم بھی غائب ہوتا چلا گیا پھر حواس اور زیادہ گہرائی میں ڈوبے تو مکمل طور پر استغراق طاری ہو گیا اور حواس خمسہ ظاہری مکمل طور پر بند ہو گئے۔ لیکن اس حال میں بھی اپنی نظر کے زاویے کو قائم رکھا۔ تا آنکہ پھر ایک تیز ترین برقی تجلی سفید براق میری آنکھوں پر شدت کیساتھ شعلہ زن ہوئی۔ اور جسم اور چارپائی دونوں ہل گئے۔ اور ایک جھٹکے کے ساتھ میری آنکھیں کھل گئیں۔ اب بھی میں نے چاروں طرف نظر پھرا کر دیکھا کسی طرف کوئی جاگتا نہ تھا۔ نہ کوئی روشنی تھی۔ ہُو کا عالم تھا۔ خاموشی تھی ہر طرف۔ اب مجھے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ یہ سراپا باطنی انوار کی تجلی ہے۔

یہ میری باطنی زندگی کا دوسرا ڈرا تھا نیز یہ میری باطنی نظر کھلنے کا دوسرا دن تھا

اس وقت میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا۔ ظاہر میں نہ کوئی استاد تھا نہ راہبر

"نیم گامے ہم نباشد شوق چوں رہبر شود"

نہ کوئی پیر تھا نہ مرشد، اگر کچھ تھا تو شوق تھا۔ محبت تھی، عشق تھا، بلکہ جنون کی حد تک طلب تھی۔ ولولہ تھا اور ساتھ حوصلہ بھی تھا۔ تنگ نظری سے میں نے کبھی کام نہیں لیا۔ دوسرے روز پھر سکول گیا۔ لیکن پڑھائی کیطرف توجہ کم اور رات کی واردات کی طرف خیال زیادہ تھا۔ رات ہونیکا پھر شدت سے انتظار تھا۔ روشن اختر کی دیکھی ہوئی تجلی کا بھی جواب مجھے مل چکا تھا اور دل مطمئن پُرسکون تھا۔ لیکن جذب و شوق میں بدرجہا زیادتی ہوتی چلی گئی۔

رات آئی۔ دوبارہ مجلس میں شمولیت کی لیکن کھویا کھویا سا رہا۔ اب باتوں میں لذت کی وُہ چاشنی نہ رہی جو پہلے ہُوا کرتی تھی۔ البتہ تصوف کے بارے کوئی گفتگو ہوتی تو بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔ رات کے ایک بجے دوبارہ گھر گیا اسی طرح چارپائی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اسی طرح آنکھیں بند کر کے سامنے نظریں جما کر، سر کو سیدھا رکھ کر اسی طرح متوجہ الی اللہ ہو گیا۔ ۱۵ : ۲۰ منٹ بعد اسی طرح مکمل طور پر حواس خمسہ ظاہری بند ہو چکے تھے۔ اور باطنی حواس کھل چکے تھے۔ مکمل استغراق طاری ہوا تو پھر اسی طرح شدت کے ساتھ نیز پوری حدت کے ساتھ ایک باطنی تیز ترین، سفید براق تجلی آنکھوں پر پڑی۔ جس نے میرے جسم اور چارپائی کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور ایک جھرجھری کے ساتھ میری آنکھیں کھل گئیں۔

یہ میری باطنی زندگی کا تیسرا روز تھا اور میری باطنی نظر کھلنے کا تیسرا دن تھا۔

اسکے بعد پھر چارپائی پر لیٹ گیا۔ نظریں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ اور نیند آ گئی۔ صبح اٹھا تو بدن ہلکا پھلکا تھا۔ گرانی ختم ہو چکی تھی دل مطمئن ہو چکا تھا۔ برسوں کی پیاس کی

تیرے جسم کی ہر رگ میں زندگی موجود ہے جو ذکر اللہ سے بیدار ہو سکتی ہے!

شدت سے جو جاں بلب تھا آہستہ آہستہ بجھنے لگی۔ میرے لئے یہ تجلیات کا نزول جاں فزا آب حیات سے کم نہ تھا۔ میں ایک مدت سے پیاسا تھا، دو تین جام جہاں نما پی کر علم العین کے جہانِ نادیدہ میں داخل ہو گیا۔ جہاں ہر چیز اپنی پوری آب وتاب سے مسجع ومنور ومزین تھی، میری باطنی نظر کھلے ہوئے تین روز ہو چکے تھے۔ پھر چوتھی رات آئی تو حسب معمول بالکل پہلے کیطرح تجلی پڑی اب میری ہچکچاہٹ بھی کافی حد تک دُور ہو چکی تھی۔ اور میں نے وُہ چیز بھی پالی جسکی ضد میں نے مرشد پاک سے باندھی تھی۔ یہی ضد تھی تاکہ میں اس شرط پر مرید ہو سکتا ہوں جبکہ آپ مجھے جاگتے جاگتے بیٹھے بیٹھے باطنی پرواز سے روشناس کرا دیں۔ سو اب یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرا یہ عہد بھی پورا فرما دیا کہ جو میں نے اپنے دل سے باندھا تھا۔ یہی کہ اے دل! خدا تو موجود ہے۔ تو بھی موجود ہے۔ کیا تجھے کوئی آکر کہے کہ تو اللہ تعالیٰ سے عشق کر، محبت کر، تو خود آزما کے تو دیکھ، تو کیوں منتظر بیٹھا ہے۔ پس جب میں نے یہ غفلت و آس وسہارے کا جو آنگلے سے اتار کر تن تنہا وادیٔ عشق کی طرف عزم صمیم کے ساتھ چلنا شروع کیا تو منزل خود میرے گھر چل کر آگئی۔ اب صحرا نوردی کی بھی ضرورت نہ رہی، بھوک پیاس سے نفس کشی کی حاجت بھی نہ رہی، چلہ کشیوں کا مصلےٰ لپیٹ کر ایک کونے میں کھڑا دیا۔ اور ذکر العین وعلم العین کو اپنا نشیمن بنا لیا۔ جب جی چاہتا اسی نشیمن سے اڑ کر باطنی جہان میں داخل ہو جاتا۔ پانچواں روز چھٹا روز، ساتواں روز، آٹھواں روز، نواں روز۔ غرضیکہ یہ تجلیات کا سلسلہ ہر روز جاری رہا۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی!

ذرا میری طرف دیکھئے! کیا آپ میرے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں. کیا آپ نے آرام فرمانا تو شروع نہیں کر دیا. نہیں، نہیں ہماری منزل آرام و آسائش کی نہیں

آج ہی برادرم سلطان احمد صاحب نے مجھے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ صبح سے شام تک لکھتے ہیں. اور شام کے وقت سے رات کے 2 : 3 بجے تک لکھتے ہیں. راتیں بھی چھوٹی ہیں. گرمیوں کے دن ہیں. اور پھر آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ لکھتے لکھتے متواتر، میری نظر دھندلا جاتی ہے. سو تھوڑا آرام فرما لیا کیجئے. کچھ وقت آرام کیلئے بھی چاہئے. میں نے عرض کیا، ہرگز نہیں، جب تک تینوں کتب مکمل نہیں ہو جاتیں میں آرام نہ کروں گا. اور وہ بے بس ہو کر لوٹ گئے. اور میری قلم متواتر چل رہی ہے. ظاہر ہے مجھے کسی کتاب سے مدد لینے کی ضرورت نہیں یہ باتیں تو میرے بچپن کا اوڑھنا بچھونا ہیں. کوئی شور، کسی کی گفتگو سے میرا لکھنے کا تسلسل ہرگز نہیں ٹوٹتا. وہ اسلئے کہ مجھے مضمون آفرینی یا عرف عام میں مضمون بنانے یا ڈھیٹ انداز میں مضمون گھڑنے کی ضرورت نہیں. یہ تینوں کتب درحقیقت میری آپ بیتی ہیں. سو آپ بیتی کے لئے مضمون آفرینی کی ضرورت نہیں ہوا کرتی.

ایک بات اور! میری طبیعت بچپن سے ہی متجسس واقع ہوئی ہے ایک بات کو بار بار دہرانا یا ایک ہی ڈگر پر چلنا یا اُمید و آس لگا کر بیکار بیٹھ رہنا یا کل کے انتظار میں "آج" مفت میں ہی گنوا دینا. یہ سب کچھ نہ بچپن میں میری عادت میں داخل تھا اور نہ آج. ؎

بُرا ہو پائے سرکش کا کہ تھک جانا نہیں آتا

اٹھو و گرنہ حشر تک نہ ہو گی پھر کبھی ؎ دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

اگر آپ کو دیدۂ دل وا کرنے کا شوق ہے تو میرے ساتھ ہمرکاب رہیئے!

سُستی و غفلت و سہارے کو گلے سے اتار پھینکئے۔ ذرا دو قدم میرے ساتھ ساتھ چلئے۔ آپکی منزل دُور نہیں۔ ذرا قدم اٹھاتے چلئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ پیچھے رہ جائیں۔ کھڑے ہو کر آپ کو دوبارہ ساتھ ملانا میرے لئے دشوار ہو جائیگا۔ اور نہ ہی یہ میرے بس کی بات ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ قدم سے قدم ملا کر میرے ساتھ چلتے رہیئے۔ شاید آپ کا بھلا ہو جائے۔ خدا کرے آپکا بھلا ہی ہو۔ ورنہ وقت کسی کا انتظار نہیں کیا کرتا۔

میں پھر اپنے اصل مضمون کیطرف لوٹتا ہوں، پھر متوجہ ہو کر بذریعہ ذکر العین بواسطہ علم العین میرا ہر روز کا معمول بن گیا۔ اور میری باطنی نظر دن بدن پختہ سے پختہ تر ہوتی چلی گئی۔ عین اسی وقت میں ساتویں جماعت میں فیل ہو گیا۔ ظاہر ہے پڑھائی کیطرف پھر توجہ کون کرتا اور نقد چھوڑ کر اُدھار کون لیتا دیتا۔ اور دوسرا سال میرا دوبارہ ساتویں ہی میں گزرا۔ لیکن دوسرے سال میں ساتویں جماعت میں (فرسٹ) ڈویژن میں پاس ہو گیا۔ بہرحال تجلیات کے نزول کے تقریباً پندرہ بیس روز بعد اب میرے اندر یہ جستجو چٹکیاں لینے لگی کہ مجھے نظر کیونکر آتا ہے۔ اور نظر آنے کیوجہ کیا ہے۔ جس وقت باطن میں تجلی پڑتی ہے اس وقت میرے حواس و قویٰ کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور استغراق کی گہرائی اور گیرائی مجھ پر کتنی بھاری ہوتی ہے۔ اور میرا زاویۂ نگاہ استغراق کے وقت کیا ہوتا ہے۔ بیٹھتے ہی متوجہ ہونے کے وقت میرا زاویۂ نگاہ کیا ہوتا ہے۔ استغراق کیونکر طاری ہوتا ہے حواسِ خمسہ ظاہری کیسے بند ہوتے ہیں اور باطنی حواسِ خمسہ کیسے کھلتے ہیں۔ غرضیکہ متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھنے سے لیکر مشاہدہ تک کے تمام مراحل پڑیں نے بنظرِ غائر اور

باطنی "جستجو" تجھ پر دوسرے جہان کا راستہ کھول دیگی

بڑی دقیق نظر سے غور کرنا شروع کر دیا - اور چند روز کے اندر اندر میں نے مذکورہ بالا تمام امور کو جان لیا اور سمجھ لیا۔ پہلے مجھے مشاہدہ کرنے میں ۱۵ منٹ سے نصف گھنٹہ تک صرف ہوتا تھا۔ لیکن جب میں استغراق و ذکر العین و علم العین کے تمام مذکورہ بالا مندرجات و امور و مراحل کو بخوبی سمجھ گیا اور جان گیا اسکے بعد صرف پندرہ بیس منٹ میں مشاہدہ جاری ہو جاتا تھا۔ پہلے ایک ہی بار مشاہدہ کر کے سو جاتا تھا۔ لیکن پھر بار بار مشاہدہ کرنے کی راہ دریافت کی۔

نوٹ: اس سے قبل مجھے زاویۂ نگاہ کا مطلق علم نہ تھا (۲) مراقبہ و مشاہدہ دن کو جاری نہ ہوتا تھا (۳) مشاہدہ کیلئے اندھیرا ہونا میرے لئے ضروری ہوتا تھا (ہر مبتدی کیلئے اندھیرا ہونا ضروری ہے) (۴) متوجہ ہونے کے وقت شور و غل رکاوٹ پیدا کر دیتا تھا۔ (۵) اس لئے رات ہونے کا مجھے بڑی شدت سے انتظار رہتا۔ میں اس وقت مبتدی ہی تو تھا۔ ابھی مشاہدہ شروع ہوئے صرف بیس پچیس روز ہوئے تھے۔ (۶) ابھی میرا مشاہدہ دن کو جاری نہ ہوتا تھا۔ اب میں ایک ہی بیٹھک میں کئی بار مشاہدہ کرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اب میرے ظاہری حواس کو حواس باطنی کیطرف منتقل کرنا آسان ہو گیا تھا۔ پہلے پیشانی پر بوجھ ہو جایا کرتا تھا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔ یاد رہے کہ ایک زاویۂ نگاہ ایسا ہے جو پیشانی کا بوجھ بالکل ختم کر دیتا ہے۔ اور مشاہدہ بھی اس زاویۂ نگاہ سے جتنی دفعہ مرضی ہو کر سکتے ہیں۔ اس زاویۂ نگاہ کے متعلق آگے چل کر تفصیل سے میں عرض کروں گا۔ آپ کو مفصل طور پر بتانے کیلئے ہی تو یہ تصنیف لکھی جا رہی ہے۔ ورنہ میری آپ بیتی سے آپکو کیا غرض تھی۔ میں یہ آپ بیتی اس لئے سنا رہا ہوں تاکہ آپ حواس ہر دو اقسام، علم العین

فطرت اور قدرت ہر وقت انسان کی رہنمائی کرتی ہے

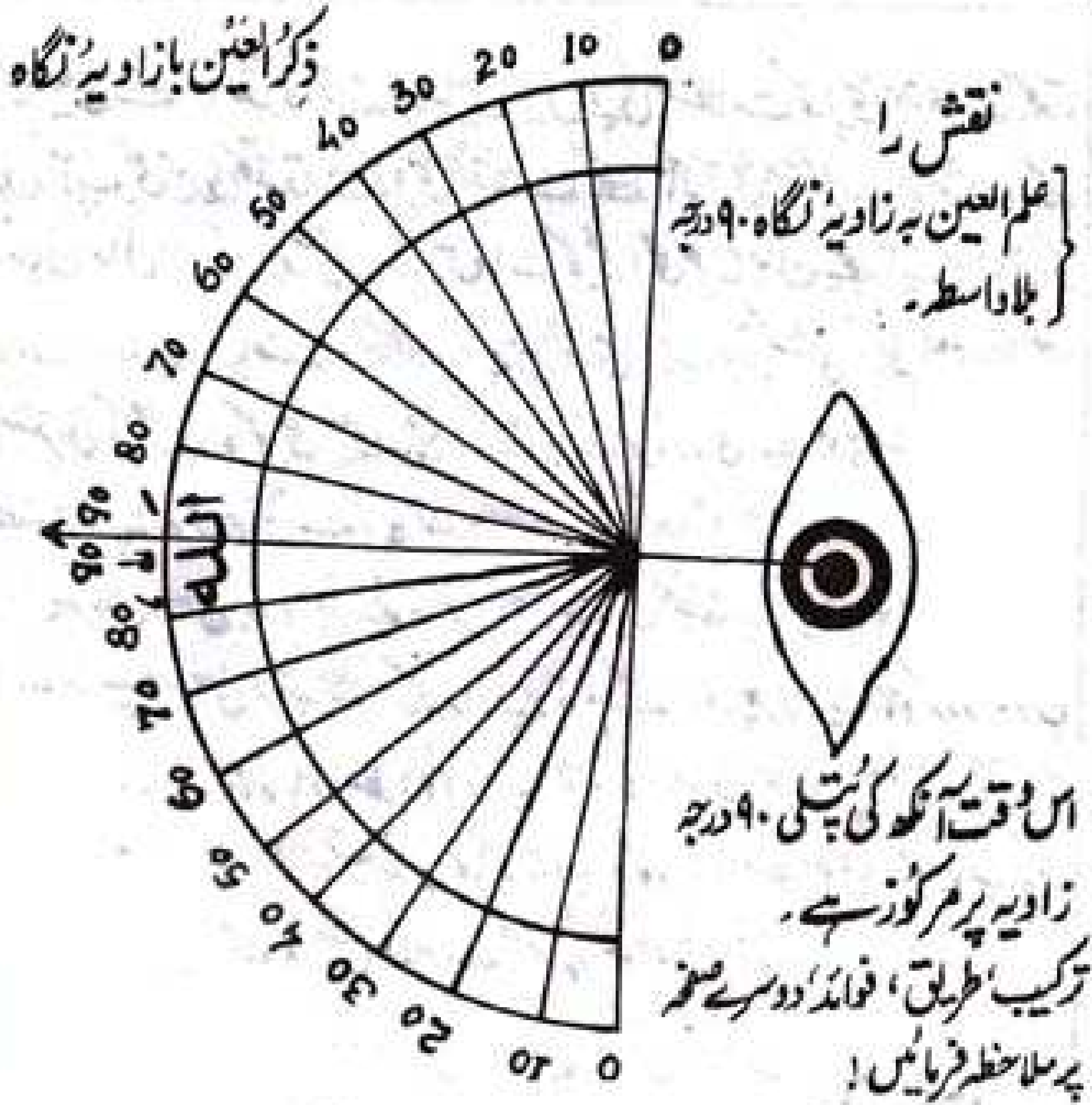
ذکر العین سے کما حقہٗ واقف ہو جائیں۔ میں آپ کی مشکلات کو اپنی مشکلات سمجھتا ہوں۔ آپ بھی میری تحقیقات کو اپنی تحقیقات سمجھئے تاکہ آپ کی مشکلات جو مشاہدہ کے درمیان حائل ہیں دُور ہو سکیں اور اس بات کو بھی اچھی طرح جان لیجئے آپ کا زبانی ذکر، وظائف، عبادت، ریاضت، تقوےٰ، پرہیزگاری، زہد، چلہ کشی، علم العین ذکر العین واستغراق کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ یہ نقد مزدوری ہے جو پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے مل جاتی ہے۔ یہ نقد کا سودا ہے اُدھار کا نہیں۔

بہر حال اس بندۂ حقیر نے ساتویں جماعت میں تحقیقات باطنی کا سلسلہ جاری رکھا اور سب سے پہلی مرتبہ نگاہ کے زاویے قائم کئے۔ اور پھر زاویۂ نگاہ کو دو حصّوں میں منقسم کیا۔ زاویۂ نگاہ بالواسطہ (۲) زاویۂ نگاہ بلا واسطہ۔ پھر ان پر سینکڑوں تجربات کر ڈالے۔ تجربات کا نچوڑ اور نتیجہ یہ تھا کہ زاویۂ نگاہ بلا واسطہ سو فیصد کامیاب رہا۔ سب سے پہلے زاویۂ نگاہ کا نقش دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

زاویہ نگاہ کے علم العین کے سٹیشن پر آواز کے ساتھ صورتیں بھی اپنی پوری شان و شوکت و آب و تاب کیساتھ نظر آئینگی!

باطنی ہوش و حواس بہ نسبت ظاہری ہوش و حواس کے ہزاروں گنا زیادہ ہوشمند ہوتے ہیں!!

نقش زاویۂ نگاہ بلا واسطہ مندرجۂ ذیل ہے



فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے، آئینۂ مہر و ماہ

زاویۂ نگاہ کے بغیر آپکا علم العین و ذکر العین کھلنا بہت مشکل ہے

تیری نگاہ باطن اگر بیدار ہو جائے تو دونوں جہاں کو طرفۃ العین میں عبور کر کے مقام یاہوت میں جا سکتی ہے۔ ترکیب و طریق و فوائد متعلقہ نقش ۱ ذکر العین بازاویۂ نگاہ بلا واسطہ مندرجہ ذیل ہیں۔

نقش ۱ میں اس وقت آنکھ کی پتلی ۹۰ درجہ زاویۂ نگاہ پر قائم ہے۔ یعنی سر کو بالکل سیدھا کھڑا اپنی گردن پر رکھ کر اگر آپ بالکل سامنے اپنے متوازی دیوار پر دیکھیں تو یہ زاویۂ نگاہ دیوار پر آنکھوں کے بالکل سامنے ۹۰ درجہ کا زاویہ کہلائیگا۔ آنکھیں بند ہوں تو بھی اندھیرا ہونا چاہئے۔ چونکہ مبتدی کیلئے اندھیرا ہونا ہی فائدہ مند رہتا ہے۔ اس سے مبتدی کو استغراق حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ نیز حواس خمسہ ظاہری بند کرنے اور حواس خمسہ باطنی کے کھولنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں میں اپنے ذاتی تجربات میں بیان کر چکا ہوں۔ لیکن مفصل و مکمل طور پر تصنیف سیف الرحمٰن میں بیان کر چکا ہوں۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

لیکن آپ کی آسانی کے لئے تھوڑا سا یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد یا نصف شب کو، یا تیسرے پہر رات کو یا فجر کی نماز کے بعد آپ مربع بیٹھ کر جائیے اور اپنی نظر کو اپنے بالکل سامنے (۹۰ درجہ زاویہ پر) مرکوز کرلیں۔ ابتدا میں بیٹھتے وقت چند منٹ تصور اسم اللہ ذات یا تصور اسم محمد صلعم کیجئے۔ اور ساتھ ساتھ زاویۂ نظر کو بھی بالکل سامنے قائم رکھیں۔ نیز ساتھ ہی ساتھ مستغرق، محو، گم ہوتے جائیں۔ جب آپکے حواس کچھ گہرائی میں اتر جائیں گے تو استغراق طاری ہوتا جائیگا اور تصور اسم اللہ ذات غائب ہوتا جائیگا۔ آپ تصور اسم کو غائب ہونے دیجئے چونکہ یہ استغراق

علم العین و ذکر العین نہیں تو مشاہدہ بھی نہیں

طاری ہونے کی علامت ہے ۔ پھر اسکے بعد آپ اور ڈوبتے جائیں ۔ سر کو بالکل اپنی گردن پر سیدھا ہی رکھیں اور زاویۂ نظر استغراق میں بھی قائم رکھیئے ۔ اگر آپ زاویۂ نظر چھوڑ دینگے تو آپکو بجائے استغراق کے نیند آجائے گی ۔

نکتہ : " استغراق کے بعد دوبارہ ہوش قائم ہو جاتے ہیں اور یہ ہوش ظاہری ہوش کی بجائے ہزاروں گنا باہوش ، باخبر ، بیدار اور ہوشیار ہوتا ہے لیکن اگر آپنے استغراق کیساتھ ساتھ زاویۂ نظر کو قائم نہ رکھا تو بجائے استغراق ، اور بجائے باطنی ہوش کے آپ کو نیند ، غفلت ، سستی دبا لیگی ۔ استغراق با ہوش باطنی کے بجائے آپ بے خبری اور نیستی میں ڈوب جائیں گے ظاہر ہے کہ استغراق اور نیند میں بڑا فرق ہوتا ہے "

غرض اور ڈوبتے جائیں اور گم ہوتے جائیں حتیٰ کہ آپ کو باہر کی کچھ خبر نہ رہے اور ساتھ ہی ساتھ زاویۂ نگاہ نہ چوکنے پائے ۔ زاویۂ نگاہ کی اس وقت بھی بڑی شدت سے ضرورت رہیگی ۔ تاوقتیکہ آپ کے ظاہری حواس بند ہو جائیں پھر مکمل استغراق طاری ہو جائیگا ۔ پس یہی مشاہدہ کھلنے کا وقت ہوگا ۔

فوائد : یاد رہے کہ ہر شخص کے باطنی مشاہدات جداگانہ ہوتے ہیں ۔ لیکن تجلیات کا معاملہ سب کا ایک جیسا ہوتا ہے ۔ نظارے بدلتے رہتے ہیں لیکن تجلیات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ۔ آپ کو یا تو ایسے وقت میں تیز ترین تجلی پڑیگی (**تشریح تجلیات**) ، یاد رہے جب تیز ترین تجلی اور اس کی شدت وحدت کا ذکر کرتا ہوں تو مبتدی حضرات جنکا ابھی تک تجلیات سے واسطہ نہیں پڑا کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں

ذکرالعین تمام اذکار سے افضل و برتر ہے۔

کہ اتنی تیز تجلّی ہمارا کیا حال کر دیگی، یا ہم اسے کیسے برداشت کریں گے۔ سو جس طرح بیرونی بجلی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بجلی متحرک، (۲) دوسری بجلی ساکن۔ لیکن متحرک بجلی کی پھر دو اقسام ہوتی ہیں۔ ایک یہ بجلی جو ہمارے گھروں میں روشن ہوتی ہے یا جس سے کارخانے اور ٹیوب چلتے ہیں اسے (AC) کرنٹ کہتے ہیں یعنی Alternative کرنٹ کہتے ہیں۔ اس کی بہنے کی رَو کی شکل ——— یوں ہوتی ہے۔ یہ نصف چکر مثبت کرنٹ کا لگاتی ہے اور نصف چکر منفی کرنٹ کا۔ دوسری قسم کی کرنٹ کو DC ڈی سی کرنٹ کہتے ہیں یعنی (Direct کرنٹ) کہتے ہیں۔ تاروں میں اس کی بہنے کی رَو یُوں ہوتی ہے ——— یعنی بالکل سیدھی۔ ایک ہی سمت میں چلتی ہے۔ اس کرنٹ سے ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ چلتے ہیں۔ ان دونوں قسم کی کرنٹ میں جلا ڈالنے کی قوت موجود ہے۔

برقِ ساکن: لیکن برقِ ساکن میں یہ جلا دینے والی خاصیت مطلق نہیں ہوتی۔ دُوسرے معنوں میں برقِ ساکن کو ٹھنڈی بجلی بھی کہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ جگنو میں کتنی روشنی ہوتی ہے۔ پس برق و بجلی جو جگنو میں روشن نظر آتی ہے آپکو اسے ہی برقِ ساکن کہتے ہیں۔ اور یہ ٹھنڈی بجلی ہوتی ہے۔ یہ بجلی تسکین آور ہوتی ہے اور روشن تر بھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے اپنے اہلِ بیعت کو لیکر چلے تو راستے میں وادیٔ سینا سے گزر ہوا۔ (وادیٔ سینا میں ہی کوہ طور واقع ہے) موسم سردی کا تھا۔ تو اسی عالم میں آپ نے آگ دیکھی اور اپنے اہلِ بیعت کو فرمایا ذرا ٹھہرو میں نے اس طرف ایک آگ دیکھی ہے۔ میں وہاں سے

برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے!

ایک انگارہ لاکر آگ جلاتا ہوں شاید تم تاپو اور تمہاری سردی دور ہو جائے۔ جب آگ کے پاس پہنچے تو اُسے ایک سبز درخت پر روشن پایا۔ اور ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ اے موسیٰ تو دیکھ رہا ہے یہ آگ نہیں " یہ تو میں ہوں تمہارا رب العالمین ہ ......
سو یہ بھی حاضراتِ اسم اللہ ذات کی ایک مثالی صُورت تھی۔ اور خاصیت کے لحاظ سے یہ بھی برقِ ساکن ہی تھی یعنی جمالی تجلّی تھی چنانچہ اصطلاحِ تصوّف میں بھی دو قسم کی باطنی برق ہوتی ہے۔ (۱) ایک جلالی تجلّی (۲) دوسری جمالی تجلّی۔ جمالی تجلّی موسےٰ علیہ السلام سبز درخت پر دیکھ چکے جس سے نہ آپ بیقرار نہ بے ہوش ہوئے۔ جلالی تجلّی کی مثال وُہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو اپنا آپ مجھے دکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَن تَرَانِی یعنی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ تاہم اگر ضد کرتا ہے تو میں ذرہ بھر تجلّی کوہ طور پر ڈالتا ہوں اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہ گیا تو تُو بھی مجھے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ تجلّی کوہ طور پر فرمائی تو کوہ طور پاش پاش ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے۔ ہوش جب آیا تو توبہ کی اور کہا کہ میں اوّلین مسلمان ہوں۔ یعنی فی الوقت تجھ پر ایمان لانے والا بطور حق الیقین کے میں پہلا آدمی ہوں جو تجھ کو تسلیم کرتا ہوں۔ سو یہ جلالی تجلّی کی ایک مثالی صُورت تھی۔ عین ذات کی تجلّی نہ تھی۔ یہ بھی حاضراتِ اسم اللہ ذات سے تعلق رکھتی تھی۔

سو راہِ تصوّف میں جس تجلّی کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ " برقِ ساکن " یعنی ٹھنڈی بجلی" سے تعلق رکھتی ہے۔

نوٹ: راہ سلوک باطنی میں انسان پر دونوں قسم کی تجلّیات برپا ہوتی ہیں لیکن

ویسے اس دکھ میں سے تجھے دل کا کشتہ ضرور مل جائیگا جسکی ایک خوراک دل کو از سر نو ابدی زندگی عطا کر دے گی

دونوں میں سے کوئی بھی انسانی جسم کو نہیں جلاتی بلکہ جلالی تجلی انسان میں شیر نرکی سی جلالیت پیدا کرتی ہے اور جمالی تجلی یاسمین کے پھول کیطرح ٹھنڈک پیدا کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی کسی کو غصے سے دیکھے آنکھوں میں غیظ و غضب پیدا ہوتا ہے اور کسی کی طرف نظر ترحم سے دیکھے تو دلوں میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔ کشش پیدا ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سورج دن کو گرم کر دیتا ہے اور چاند راتوں کو ٹھنڈک میں تبدیل کر دیتا ہے۔ دونوں قسم کی برق حیات سے دل زندہ و تابندہ ہوتے ہیں۔

مثال دیگر: لطیفۂ قلب کی تجلی ٹھنڈی ہوتی ہے اور لطیفۂ روح کی تجلی گرم ہوتی ہے۔ دونوں اقسام میں آب حیات موجود ہے۔ دونوں اقسام قلب و روح کو زندہ کرتی ہیں۔ اور دونوں قسم کی تجلیات جسم و لطائف پر اپنی اپنی تاثیر دکھاتی ہیں۔ دراصل سچ پوچھو تو یہی تجلیات کمپیوٹر کیطرح آنا فانا ہر قسم کا نتیجہ نکال کر سامنے رکھ دیتی ہیں۔ اور سارے جسم و لطائف میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑا دیتی ہیں۔ یہی اصل زندگی ہے۔ اور یہی اصل زندگانی کیطرف ہمارا پہلا قدم ہے۔ اگر سمجھ گئے تو بس کروں یا اور بیان کروں یا آگے چلوں؟ میں مشاہدات باطنی کے ایک جز تجلیات پر بات کر رہا تھا اب دیگر مشاہدات جو آپ کو نظر آئیں گے کے بارے میں کچھ مزید عرض کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں' وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ' یعنی جس صفت سے تم اللہ تعالیٰ کو یاد کروگے تو اسم اللہ ذات اسی صفت پر آپ کے

حاضرات اسم اللہ ذات اکثر مثالی صورتوں میں نظر آیا کرتے ہیں

سامنے نمودار ہوگا۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ، اللہ تعالیٰ کی ایسی بے مثل و بے مثال ذات ہے کہ ہر دم، ہر گھڑی، ہر لمحہ وُہ ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ مَاشَاءَ اللّٰہ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ، وُہ آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

پس ہر شخص کو باطنی مشاہدات اسکی باطنی استعداد کے مطابق نظر آئیں گے نیز ہر شخص کا جو لطیفہ بیدار ہوگا تو اُسی بیدار لطیفہ کے مطابق اُس کو نظر آئیگا۔ مزید جس عالم میں دخول کی وُہ قوت رکھتا ہے۔ اسی عالم باطنی کے مشاہدات وُہ دیکھ سکے گا۔ نیز جو لطیفہ وُہ بیدار رکھتا ہے۔ اسی لطیفہ کے انوار و تجلیات کو باطن میں دیکھنے کا اہل ہوگا یہ وُہ حقائق ہیں جو اٹل، پختہ، لاتبدل ہیں۔ ہاں اُس کی رحمت چاہے تو یتیموں کو پیمبر کر دے۔ اس کی رحمت چاہے تو یوں بھی کر دیتی ہے کہ ؎

آگ لینے کو گئے، اور مل گئی پیغمبری

پس مشاہدات کے وقت آپکو یا تو باطنی روشن ترین سفید براق دیجیا اس بندہ حقیر نے تجلی کی صفت سفید براق لکھی تو عین اُسی وقت اس سفید براق الفاظ کی جگہ پر تجلی پڑ گئی یہ اسلئے ہو گیا کہ اس بندہ حقیر نے جاگتے ہوئے کھلی آنکھوں سے بھی بند آنکھوں سے بھی حواس خمسہ ظاہری بند کرتے اور حواس خمسہ باطنی کھولنے کا ملکہ پیدا کر لیا ہے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور یہ فضل و کرم جس پر وُہ چاہے کر دے، اُسکے فضل و کرم میں آپکی ذات یعنی آپ قارئین خود بھی شامل ہیں۔ اگر وُہ نہ چاہتا تو یہ کتاب آپکے پاس نہ بھیجتا۔ وُہ نہ

وُہ ہر روز ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے

چاہتا تو آپ یہ تصنیف ہرگز نہ پڑھ سکتے" یہ اسی کا فضل وکرم ہے اور وُہ یہی چاہتا ہے کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجُوع کریں۔ شاید اسی لئے وہ ذاتِ گرامی اس بندہ کے ہاتھ یہ تحریر لکھوا رہی ہے کہ آپ تک اس کا عرفان واسم پہنچے"۔

پس مشاہدات کے وقت آپکو یا تو باطنی روشن ترین سفید براق تجلّی پڑیگی۔ کہ جس سے آپ کی آنکھیں چُندھیا جائیں گی۔ یا کوئی بزرگ یکدم آپ کے سامنے نمودار ہُونگے۔ جن کی ایک نظر آپ کے دل ودماغ کو سیراب کر جائے گی۔ یا آپ عالم ناسُوت، یا ملکُوت یا جبرُوت میں سے کسی عالم میں داخل ہو جائیں گے، یا آپکی باطنی پرواز جاری ہو جائیگی یا آپ کا لطیفہ قلب جاری ہو جائیگا۔ یا آپکی باطنی آنکھ کھل جائیگی یا آپ کو کوئی پیغام ملے گا۔ یا آپ کسی باطنی مجلس انبیاء یا مجلس اولیاء میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں آپ کو باطنی تعلیم دی جائے گی، مذکورہ بالا واردات میں سے جب بھی کچھ آپکو باطنی طور پر نظر آگیا تو پھر ہمیشہ کے لئے آپ کو باطنی نظر حاصل ہو جائے گی۔ اور یہ آپ کی باطنی زندگی کا پہلا دن ہوگا۔ "میں ذاتی تجربات کا مضمون پھر وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں سے کہ اسے چھوڑا تھا۔ آپ بھی کتنے خوب ہیں کہ کس چابکدستی سے مجھے اپنی باتوں میں لگا کر بہلا لیا۔ نہیں چھوڑتے تو آئیے آگے چلیں"

ساتویں جماعت کے آخر ہوتے ہوتے میں مشاہدات کے تمام رخنوں کو، تمام باریک نکتوں کو سمجھ گیا تھا۔ اور ۹۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ تو قدرتی وفطرتی طور پر خود بخود قائم ہو گیا تھا۔ اس سے آگے مزید تحقیقات شروع کر دی اور دوسرا زاویۂ نگاہ متعین کیا۔ اور وُہ ۶۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ تھا۔ یعنی اگر آپ بالکل سامنے (اپنا سر گردن پر

"دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو"

"زاویہ نظر کے بغیر تیری محنت رائیگاں جارہی ہے"

کھڑا اور سیدھا رکھ کر، متوازی نظر سے دیوار پر دیکھیں تو آپ کی آنکھوں کے عین بالمقابل ۹۰ درجہ کا زاویہ ہوگا۔ اور آپ کی آنکھ کی تپلی عین آنکھ کے درمیان ہوگی۔ (آنکھیں بند ہوں گی)، پھر آنکھیں کھول کر آپ دیوار پر بالکل سامنے کی بجائے ایک گز اور اوپر نظر اٹھالیں تو یہ ۶۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ ہوجائیگا۔

پس جب رات کو حسبِ معمول میں توجہ الی اللہ ہو کر بیٹھتا تو پہلے چند منٹ تصورِ اسم اللہ ذات بمعہ زاویۂ نگاہ ۹۰ درجہ کا کرتا پھر چند ہی منٹ بعد اپنے زاویۂ نگاہ کو اٹھا کر اوپر ۶۰ درجہ کے زاویہ پر لے جاتا۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ پہلے کی نسبت بہت جلد مجھ پر استغراق طاری ہوجاتا۔ استغراق کے مکمل ہوتے ہوتے ظاہری حواس بند ہوجاتے اس حالت میں بھی میری سب سے بڑی کوشش یہی ہوتی تھی کہ میرا زاویۂ نظر قائم رہے، یہی وُہ سب سے بڑا، سب سے اہم، سب سے ضروری نکتہ ہے کہ جس نے عین استغراق میں زاویۂ نگاہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا تو بس اُسکی باطنی نظر فوراً کھلنا شروع ہوجاتی ہے۔ اور باطنی مشاہدہ جاری ہوجاتا ہے۔

اس بات کو نہایت ہی اچھی طرح سمجھ لیں کہ جس نے عین استغراق میں زاویۂ نگاہ کو قائم رکھا تو سمجھ لیجئے کہ اس کا مشاہدہ پہلے روز کھل جائیگا۔ اور جس نے یہ زاویۂ نگاہ کا رابطہ قائم نہ رکھا تو سمجھ لیجئے کہ وُہ مشاہدہ کی حالت کو جلد نہ لاسکیگا۔ اور وُہ بہت دُور جا پڑے گا۔ اسی ایک نکتہ کو، اسی ایک درجہ کو، اسی ایک رابطہ کو قابو میں نہ لانے کی وجہ سے آج ۹۹ فیصد طالبانِ حق مشاہدہ اور باطنی نظر سے محروم بیٹھے ہیں۔

جس نے استغراق اور زاویۂ نگاہ میں سختی کیساتھ رابطہ قائم رکھا اُس کی باطنی آنکھ سمجھ لو کہ کھل گئی‘‘

سارا قصور طالبوں کا بھی نہیں ہے۔ ان کو یہ تمام راز نہ تو ناقص مرشدوں نے بتائے اور نہ ہی خود ناقص مرشدان اِن باریک و دقیق نکات سے واقف ہیں۔ طالب بیچارے کا کیا قصور ہے طالب مبتدی کی لوح قلب تو بالکل سادہ اور صاف ہوتی ہے۔ یہ اس تختی پر لکھنے والوں کا قصور ہوتا ہے کہ پہلے انکو غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ کسی کو سخت چلہ کشیوں میں لگا دیا۔ کوئی مُرید زیادہ پوچھنے اور دیکھنے کی ضد کرے تو اُسے اور زیادہ دشوار وظائف میں ڈال دیا۔ یوں کھیپ کھپا کر یا مُرید پیچھا چھوڑ گیا۔ یا اپنا حال کھو بیٹھا۔ خود میرے ساتھ بہت پیروں نے ایسا کیا۔ لیکن اول تو میں اُن کے جال میں پھنس ہی نہیں سکتا تھا۔ یا پھر مجھے خود باطنی طور پر القا ہو جاتا کہ یہاں کچھ نہیں، یہاں تمہیں توحید کا راستہ نہ مل سکے گا۔ اور بہت پیروں کی جو ناقص تھے۔ میں نے خوب خبر لی۔ اور انہوں نے ہاتھ باندھ کر اپنا پیچھا چھڑایا۔ پس اسم ذات کا تصور بازاویۂ نگاہ بمعہ استغراق تمام باطنی راستوں کا نچوڑ، مغز، بزر اور مرکز ہے۔ اگر کچھ دیکھنا چاہتے ہو تو اس کے سوا اور کوئی راہ ہی نہیں ہے۔ باقی سب کچھ فروعات میں سے ہے۔ سو اصل کو چھوڑ کر فروعات کیطرف مت جائیے۔ ؏

نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تُو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے تُو نہ رہ نشیں نہ راہی!

یاد رہے ذکر العین (علم العین) کے زاویۂ نگاہ کے ہر ایک درجہ کی الگ الگ صفت ہے۔ الگ خواص ہیں، الگ صفت ہے۔ اور الگ الگ فوائد ہوا کرتے ہیں۔ ۹۰ درجہ

تیرے پَر و بال نہیں تو پرواز کیسے کریگا؟

۹۰و۶۰ درجہ زاویۂ نگاہ بلاواسطہ بذریعہ ذکرالعین کی خاصیت

زاویہ پر ایک ہلکی سی استغراق کی جنبش سے انسان عالم غیب کے عالم ناسوت وعالم ملکوت میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ نہایت آسان استغراق ہوتا ہے۔ اس استغراق کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ باطنی نظارہ کے دوران بیرونی ظاہری آوازیں بھی باقاعدہ سن سکتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ نظارہ بن کر سکتے ہیں۔ لیکن ۹۰ درجہ کے زاویۂ نگاہ پر بھاری استغراق پیدا ہوجاتا ہے۔ کتنا زیادہ شور اردگرد ہورہا ہو سب اُس بھاری استغراق میں دب کر رہ جاتا ہے یہی حالت اس وقت میری تھی کہ خواہ کتنا ہی شور ہو یا کوئی پاس اونچی آوازمیں باتیں کررہا ہو انکی پرواہ نہ کرتے ہوئے میں استغراق میں ڈوب جاتا تھا۔ ۶۰ درجہ کا استغراق انسان کو عالم ملکوت، جبروت ولامکان تک پہنچانے کیلئے کافی ہوتا ہے۔

تمثیل: آج کل راکٹ فضاء بسیط کو پار کرکے خلاء لامتناہی میں پہنچ چکے ہیں۔ پھر مزید سیاروں تک چلے گئے۔ سو راکٹ کو جتنا زیادہ اونچا لے جانا مقصود ہو اتنا ہی طاقت ور ایندھن اور طاقت ور مشینری کی ضرورت ہے۔ بالکل اسی طرح جتنا آپ بلند پرواز کرنا چاہیں گے۔ اتنے ہی زیادہ گہرے استغراق کی آپکو ضرورت ہوگی۔ سو ذکرالعین وعلم العین کا زاویۂ نگاہ آپ کو یہ سب چیزیں نہایت ہی احسن طریق پر بہت آسانی سے مہیا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں استغراق کی کیفیات بھی بدلتی جائیں گی۔ اس بارے میں استغراق کی کیفیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے استغراق مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ جب میں آٹھویں جماعت میں تھا تو میری باطنی پرواز

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا!

نہایت آسانی سے جاری ہو چکی تھی۔ اور مجھے اپنے حواس خمسہ ظاہری و باطنی پر کافی کنٹرول حاصل ہو چکا تھا۔ اب میں رات کی بجائے دن کو بھی دیکھنے کا اہل ہوتا جا رہا تھا۔ بمصداق ع

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

پس میں نے بھی علاج بالمثل کیطرح مشکلوں کا مشکلوں سے ہی علاج کر ڈالا۔ سچ پوچھو تو جتنا زیادہ عقدہ لاینحل ہو اتنا ہی زیادہ اس عقدہ کو کھولنے میں مجھ کو لطف آتا ہے پس آٹھویں جماعت میں میں نے ۳۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ علم العین متعین کیا اور ذکر العین کو اپنا شعار بنایا۔

یاد رہے کہ ۳۰ درجہ زاویۂ نگاہ پر موت جیسا بھاری استغراق طاری ہوتا ہے۔ اور اس زاویۂ نگاہ کا گہرا ترین استغراق انسان کو باطن میں لامکان و لاہوت نیز عالم یاہوت (مقام محمدیؐ باطنی) تک پہنچانے کیلئے کافی ہوتا ہے۔ اگر تو قدر کرے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ پیاسے طالب ان باتوں کو ترستے ہیں۔ مگر انہیں کوئی بتانے والا نظر نہیں آرہا۔

نوٹ: تمام عوالم کا مکمل نقش بمعہ رنگ انوار، واذکار و لطائف نیز تمام زاویہ نگاہ علم العین کریں تصنیف سیف الرحمٰن میں مکمل و مفصل طور پر کھول کھول کر بیان کر چکا ہوں۔ وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

اس وقت تک مجھ پر تجلیات کا نزول بے محابا ہونے لگا تھا۔ اب مجھے متوجہ ہو کر بیٹھنے یا زیادہ محنت کرنے کی بھی ضرورت نہ رہی تھی۔ جونہی چارپائی پر لیٹتا تو بلاوجہ

انسان کی باطنی نگاہ کمپیوٹر سے کہیں زیادہ تیز تر ہے

زاویۂ نگاہ کو قائم کر لیتا تو تجلیات کا نزول مسلسل و بے محابا شروع ہو جاتا اس قدر تجلیات برپا ہونے لگتیں کہ میرا سارا بدن اور چارپائی دونوں جنبش میں تھرکنے اور حرکت کرنے لگ جاتے۔ جس طرف بھی دیکھتا سامنے تجلیات کو شعلہ زن پاتا۔ کبھی تجلیات سر میں سے داخل ہوتیں اور سارے بدن سے ہوتی ہوئی پاؤں سے باہر نکل جاتیں۔ اب میری آنکھیں مکمل طور پر تجلیات کی زد میں تھیں۔ اور اس میں جو لذّت و سرور ہوتا وہ بیان سے باہر ہے۔ ؎

از رو ئے شش جہت در آئینہ باز ہے
عرض نیاز کہنے کے قابل نہیں رہا!

وقت گزرتا گیا اور میں مختلف منازل سے گذرتا گیا۔ اب اپنے حواس ظاہری و باطنی پر میرا مکمل کنٹرول ہو چکا تھا۔ اور اپنی مرضی و اپنے اختیار سے باطن میں بڑی آسانی سے آجا سکتا تھا۔ تا آنکہ میں نویں جماعت میں داخل ہو گیا اور باطن میں لامکان کے وسیع و عریض عالم میں داخل ہو گیا۔ اس عالم میں میری جو کیفیت ہو گئی تھی وہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ عین اسی زمانے میں میں نے ٥ درجہ کا زاویۂ نگاہ بذریعہ علم العین بلاواسطہ مقرر و مجوز کیا۔ ٥ درجہ کے زاویۂ نگاہ میں موت سے بھی بھاری استغراق طاری ہوتا ہے۔ اور ٥ درجہ کے زاویۂ نگاہ کا بھاری ترین استغراق انسان کو عالم لامکان و لاہوت، عالم یاہوت، عالم ھاہوت (مقام نور محمدیؐ) عالم ھاہوت (اس کو مقام اَنا، عین ذات، مقام ہُو، مقام فقر، مقام بقا باللہ، واصل باللہ، باقی باللہ بھی کہتے ہیں) تک پہنچانے میں کافی ہوتا ہے۔ یہاں انسان لااحتیاج ہو جاتا ہے

نرا نظارہ ہی اے آدمی مقصد نہیں اس کا ۷۱ بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشم آدم کو !!

تیر یہی مقام لَا خَوْفٌ وَلَا یَحْزَنُوْنَ ہے ۔ اور آدمی اصلی معنوں میں اشرف المخلوقات کا مصداق ہو جاتا ہے ۔ اور اپنی اصل تک پہنچ جاتا ہے ۔

علم العین کے مختلف زاویۂ نگاہ

عام زاویے	خاص زاویے	کیفیت پتلی چشم (آنکھیں بند کرکے)	کیفیت استغراق	متعلقہ عالم
۹۰ ۸۰	۹۰	80 90 90 80	نیند اور خواب کی مانند استغراق	ناسوت ملکوت
۷۰ ۶۰	۶۰	50 60 60 50	بھاری گہرا موت کی مانند استغراق	جبروت لاہوت لامکان
۵۰ ۴۰ ۳۰	۳۰	20 30 30 20	موت سے بھی بھاری گراں ترین استغراق	لامکان یاہوت ھاھوت
۲۰ ۱۰ ۵	۵	10 0 0 10	استغراق ماسوا اللہ بے کیف وکم بے چون بچگون	یاھوت ھاھوت ھاھوت

نقش زاویۂ نگاہ (علم العین) ۲ جمع الجمع ۔ خواص :

نوٹ : یہ نقش یہ زاویۂ نگاہ بلا واسطہ وہ رازِ درون ہے کہ جسکے بغیر ننانویں فیصدہ ۹۹٪

خواص و فوائد متعلقہ نقش ۲ علم العین بازاویہ نگاہ بلاواسطہ:

لوگوں کی باطنی آنکھ بیدار نہ ہوسکی۔ (۱۱) یہ زاویۂ نگاہ وُہ اسرار ہے کہ جس کے بغیر تیرا تصور و تفکر انجام کو نہ پہنچ سکا۔ (۱۲) یہ زاویۂ نگاہ وُہ بھید ہے جسکے بغیر تیری راتیں روشن نہ ہو سکیں (۱۳) یہ زاویۂ نگاہ وُہ رازِ درپردہ ہے جس کے بغیر تو باطنی بینائی حاصل نہ کرسکا (۱۴) یہ زاویۂ نگاہ وُہ معمہ ہے جسکے بغیر تیری باطنی پرواز جاری نہ ہوسکی (۱۵) یہ زاویۂ نگاہ وُہ اسرار ہے جسکے بغیر تو استغراق، غیبت تام محویت، بیخودی، جذب، وجدان حاصل نہ کرسکا۔ تجھے معلوم ہے کہ یہی چیزیں تو باطنی جہان میں داخل ہونیکی کلیدات تھیں۔ زاویۂ نگاہ بالواسطہ و زاویۂ نگاہ بلاواسطہ کی مکمل تشریح تصنیف سیف الرحمٰن میں ملاحظہ فرمادیں تاہم تھوڑی تشریح یہ ہے کہ زاویۂ نگاہ بالواسطہ میں پانچ سے لیکر ۹ تک مختلف خیالی تصورات کو کام میں لانا پڑتا ہے۔ جبکہ زاویۂ نگاہ بلا واسطہ میں ڈائرکٹ (DIRECT) نظر کو عین بعین کام میں لایا جاتا ہے اور فوری نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ زاویۂ نگاہ ۹۵۔۵ درجہ و زاویۂ نگاہ ۹۰ درجہ کی تشریح و فوائد تو پچھلے صفحات میں ابھی ابھی بیان کر چکا ہوں۔ تاہم سب سے پہلے ذرا ہر درجۂ زاویہ میں ہر ایک آنکھ کی پُتلی کی کیفیت پر غور سے نظر ڈالئے۔ ۹۰ درجہ میں آنکھ کی پتلی عین آنکھ کے درمیان میں ہے اور آنکھیں بند ہیں یعنی آپ بالکل سامنے دیوار پر متوازی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس زاویۂ نظر میں ایک ہلکی سی جنبش استغراق کیساتھ انسان عالم ناسُوت اور عالم ملکوت میں داخل ہوجاتا ہے۔ ۹۰ درجہ زاویہ پر آپ ۹۰ درجہ یعنی سامنے سے ایک یا ۱½ گز اور اُوپر نظر اٹھائیں تو یہ ۹۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ ہوگیا۔ اس میں استغراق بھاری طاری ہوتا ہے اور استغراق کے بعد موجودہ زندگی سے کئی گنا زیادہ ہوش

علم العین کا زاویۂ نگاہ تیرا اوّلین و آخری علاج ہے

بیداری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور باطنی نگاہیں اربوں میل کا فاصلہ ایک لمحہ میں طے کر جاتی ہیں۔ ۶۰ درجہ کے زاویۂ نگاہ سے دونوں ابرؤں کے درمیان سے نظر گزرتی ہوئی اپنے سامنے ایک وسیع فضا بنالیتی ہے۔ مُبتدی کے لئے ۹۰ اور ۶۰ درجہ کا زاویۂ نگاہ نہایت ہی موزُوں ہے۔ ۶۰ درجہ زاویہ پر پیشانی کا بوجھ بالکل ختم ہو جاتا ہے، میری آپ کو سخت تاکید ہے۔ کہ آپ ۶۰ درجہ زاویۂ نگاہ کے ذریعے اپنے سامنے کی فضا کو اپنا نشیمن بنا لیجئے، آپکی باطنی نظروں کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے ۶۰ درجہ کے سامنے کی فضا میں کھو کر استغراق حاصل کرنا اپنا شعار بنا لیجئے آپکی قسمت کھل جائے گی۔ باطنی پرواز جاری ہو جائے گی۔ مشاہدات انشاء اللہ لازماً کھل جائینگے اور آپکے دل و دماغ باطنی آب حیات سے زندۂ جاوید ہو جائیں گے۔ جس نے اس اس درجۂ زاویہ پر استغراق حاصل کرنا پا لیا۔ اس نے سب کچھ پا لیا۔ میری نصف سے زیادہ عمر اسی زاویۂ نگاہ کی فضا میں گزری ہے اور اسے کامیاب پایا۔

اس سے گز ڈیڑھ گز اور اوپر نظر اٹھائیں تو یہ زاویۂ نگاہ ۳۰ درجہ کا ہو جائیگا۔ اس زاویۂ نگاہ میں عالم لامکان و عالم جبرُوت نیز عالم یا ہُوت میں پہنچا دینے کی خاصیت و قابلیت باحسن طریق پر موجُود ہے۔ عالم جبرُوت میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارواح کو فرمایا گیا۔ اور جواب میں اَرواح نے قَالُوْا بَلٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارواح کو مخاطب کر کے کہ تمہارا رب کون ہے تو ارواح نے مل کر جواب میں عرض کیا کہ ہاں تو ہی ہمارا رب ہے۔ اسے وعدۂ میثاق یا عہد میثاقِ روزِ ازل" کہتے ہیں۔ سو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم دنیا میں عہد لے کر، وعدہ لیکر بھیجے گئے ہیں۔ اور اب اس

استغراق کی کلید زاویۂ نگاہ ہے اور بس:

عہد کی آزمائش کی جا رہی ہے کہ دیکھیں کون اپنے وعدہ پر قائم رہتا ہے۔ تخت عرش وبیت المعمور (جس کی نقل پر خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ تعمیر کرنیکا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سب کچھ عالم ملکوت میں موجود ہے۔ اور لامکان میں اسماء الٰہی سے مرقوم باطنی مجسّے عطا ہوتے ہیں۔ لوح محفوظ تمام قرآن پاک، قرآن پاک کے حروف ابجد اور اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات اسی عالم لامکان ولاہوت کی پیداوار ہیں۔ عالم یاہوت میں قدرت سمع بصر، ادراک کل، عقل کل نے وجود پایا۔ اس عالم کو مقام محمدیؐ بھی کہتے ہیں اس سے آگے عالم ھاہوت ہے۔ یہ عالم مجمل ہے، منفصل نہیں۔ (جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ منفصل ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ عالم مجمل ہے۔ یعنی اس عالم کے نور کو کئی اقسام میں تبدیل نہیں کیا گیا جیسا کہ عالم یاہوت میں منقسم ہوا۔ یہ سب سے پہلا نور تھا جو اللہ تعالےٰ نے اپنے سے جدا فرمایا۔ اسی مقام کو نور محمدیؐ کہتے ہیں۔ جیسا کہ عالم یاہوت کو مقام نور محمدیؐ نہیں بلکہ مقام محمدیؐ کہتے ہیں۔ اور ۵ درجہ کے زاویۂ نگاہ میں ان مقامات پر پہنچنے کی قابلیت واہلیت موجود ہے۔ نیز ۵ درجہ کے زاویۂ نگاہ میں ؛ عین ھاہویت تک پہنچنے کی قابلیت بھی موجود ہے۔ جسے بقا باللہ، باقی باللہ، مقام فقر، مقام ھوٗ، واصل باللہ یا تمام عوالم کی اصل کہتے ہیں .... اب آپ کے لئے عرض ہے کہ آپ پہلے ۹۰ درجہ کے زاویۂ نگاہ سے شروع کریں۔ اور ۹۰ درجہ زاویۂ نگاہ پر قرار پکڑیں۔ جب ان دونوں زاویوں پر آپکی نگاہ باطنی کھل جائیگی تو باقی زاویوں کو طے کرنے کی قابلیت آپ میں خود بخود پیدا ہو جائے گی اور ہرتی چلی جائیگی اب آپ منزل کے منتظر ہیں سو منزل آپ کے سامنے ہے بلکہ منزل آپ کی منتظر ہے

بچپن کی زندگی پھر لوٹ کر دوبارہ نہیں آتی اسے ایگاں مت ضائع کر۔

بیٹھتے وقت سر کو سیدھا رکھیں۔ نگاہوں کے زاویے بدلتے جائیں۔ سر کی ٹیک نہیں لگائی کسی چیز سے بلکہ کمر کو کسی چیز کا سہارا دے سکتے ہیں۔ اوّل اوّل کوئی وظیفہ پڑھتے وقت آپ کا مشاہدہ نہیں کھلے گا۔ بلکہ وظیفہ کے بعد خاموش ہو کر استغراق حاصل کیجئے پہلے پہلے آپ کے لئے رات اور اندھیرا ہونا لازمی بات ہوگی۔ آپ کی پیشانی اور آنکھوں کے سامنے جب صبح صادق کا سا سماں پیدا ہو جائے اور زاویۂ نگاہ بھی قائم رہے تو بس یہ مشاہدہ کھلنے کا وقت ہوگا۔ اور زیادہ استغراق میں ڈوبتے جاؤ گے تو بہت جلد مشاہدہ کھل جاتا ہے اور بس۔

اب تک جو کچھ اس بندہ نے عرض کیا یہ بنیادی راستہ باطنی کے متعلق نیز قانون تصوّف وضع کرنے کے متعلق عرض کیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جو باطنی واردات بچپن میں ساتھ ساتھ چلتی رہیں وہ نہیں بتائیں۔ ویسے ان کو قلم گھسنے کی آواز سن کے کیا کرنا ہے۔ چند ایک ضروری بتا دیتا ہوں جو کہ آپ کے ساتھ بھی گزریں گی۔ یہ چھٹی جماعت سے لیکر نویں جماعت تک کے واقعات ہیں۔ جب میری باطنی نظر کھل گئی۔ تو تجلیات و مشاہدات دیگر کے علاوہ مندرجہ ذیل منازل سے میں گزرتا رہا۔ سب سے پہلے باطنی طور پر موت کا مشاہدہ میں نے کیا۔ یعنی کہ میں مر گیا ہوں۔ پھر قبر میں سوال و جواب اور قبر کے دیگر مناظر مجھے دکھائے گئے۔ بعد ازاں حشر و نشر برپا کر کے دکھایا گیا۔ پھر ایک وقت آیا جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آٹھویں جماعت میں میرا باطنی جسم میرے جسم سے باہر نکل کر میرے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک قطار

کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا!

وحشت کے بعد تصور اسم محمد ﷺ یا زاویۂ نگاہ کیا جائے تو وحشت کی منزل طے ہو جائیگی!

بزرگوں کی عین آگے پیچھے ہو کر قطار باندھ کر آ رہی ہے۔ اور یہ قطار میں اپنے سامنے سے گزرتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ اس میں کہنے کی بات یہ ہے کہ " اس قطار میں ہر پانچواں شخص میں خود ہوں، یعنی میرا باطنی جثہ لطیف ہر پانچویں نمبر پر الگ الگ موجود ہے ۴ لوگ گزر گئے سامنے سے تو پانچواں میں ہوتا تھا۔ پھر ۴ گزرے تو پھر پانچواں میں خود ہوتا تھا۔ اسی طرح قطار گزرتی رہی اور ہر پانچویں نمبر پر میرا باطنی لطیف جثہ ہوتا تھا۔ حضرت غوث الاعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ باطن میں بیٹھے بیٹھے میرے پاس تشریف لاتے، کبھی میں دیکھتا کہ میرا جسم اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ سارے کمرے میں نہیں سما سکتا تھا۔ خواب میں باطنی بیداری بدستور قائم رہتی تھی۔ قلب علانیہ طور پر ذکر اللہ، اللہ پر جاری ہو چکا تھا۔ اور تجلیات تو بے محابا کثرت سے شروع ہو چکی تھیں باطن میں آنا جانا پہلے ہی روز سے میرے اختیار میں ہو گیا تھا اب میں نویں جماعت پاس کر چکا تھا۔ دن رات متواتر، (بلا وقفہ) لکھتے لکھتے اس وقت میری دائیں ٹانگ بالکل شل (مفلوج) ہو چکی ہے۔ یعنی سو چکی ہے۔ اب مجھے بیٹھنا دشوار ہو گیا ہے۔ ایک میز پر ایک اور چھوٹا میز رکھ کر اب کھڑے ہو کر لکھ رہا ہوں۔ زندگی کا کیا بھروسہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خدا کرے یہ کتاب بخیر و عافیت آپ کے ہاتھوں تک پہنچ جائے، یاد رکھئے ظاہری جسم اور ہوتا ہے۔ باطنی جثہ اور، ظاہری جسم انبیاء و اولیاء کا سب کا متاثر ہوتا

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن ،، بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے !

میرے بھائی تو اُس کوچہ میں کیوں گیا تھا. علم العین سیکھ اور اپنے گھر بیٹھ کے دیکھ لیا کر !

اور میں بھی اس سے بری نہیں ۔ عہ

ہو گئے مضمحل قویٰ غالب ۔ اب عناصر میں اعتدال کہاں

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے

رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے !

غرض نو ویں جماعت پاس کر چکا تھا. ایک بات اور عرض کر دوں. تمام ماسٹر صاحبان میرے حال سے واقف تھے. اب مجھ پر ایک گو نہ نشہ، وجدان رہنے لگا تھا. جب میرا جی چاہتا کلاس سے اُٹھ جاتا. جب جی چاہے واپس کلاس میں آ جاتا. مجھ سے کسی کی بھی کوئی باز پرس نہ تھی. تمام لڑکے مجھے عام لڑکوں کی طرح نہ ملتے تھے. میرے سامنے سب باہوش و باادب ہو جاتے تھے. انہی دنوں میرا دل دنیا اور دنیا والوں سے اس قدر دور ہو گیا کہ گھر سے نکل کھڑا ہوا. شام کا وقت تھا میں نے لڑکوں کو دوستوں کو آخری فیسٹ (دعوت) دی اور جو کچھ پاس تھا سب خرچ کر دیا. باقی میرے پاس ۵ روپے ۲ پیسے تھے. گرانڈ ٹرنک روڈ پر چل نکلا. ۳ میل دور میاں مشتاق احمد صاحب رہتے تھے. وہاں پہنچکر باہر ہی قبرستان میں بزرگوں کی مزاروں پر بیٹھا رہا. اندھیرا ہوا تو اپنے برادران کے مرشد پاک کے گھر رہا اور وہ پانچ روپے انہی نذر کر دیئے. صبح ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو ایک پیسہ کا میں نے پان کھا لیا. گاڑی میں سوار ہوا تو دوسرا پیسہ ایک مانگنے والے کو دیدیا. اب بالکل خالی تھا. اور شکر کیا. انبالہ چھاؤنی کا اسٹیشن آیا تو ایک رشتہ دار نے مجھے دیکھ لیا. اور گاڑی سے اتار کر کچھ کھلایا پلایا. میں نے ان

اِس عُقدہ کا حل علم الیقین میں مکمل طور پر موجود ہے!

سے کہا میں یہاں ایک بزرگ کے دربار سے ہو آؤں۔ ابھی واپس آجاؤنگا۔ اور چلا گیا۔ پھر لائن کی پٹڑی پر پیدل چلنے لگا۔ شام ہوئی آگے گاؤں آیا تو گاؤں کے بچوں سے نہایت والہانہ انداز میں کھیلتا رہا۔ ابھی میری عُمر بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ داڑھی ابھی مجھے نہیں اتری تھی۔ رات ہوئی بچے چلے گئے۔ اور میں ایک برگد کے درخت کی جڑوں پر بیٹھ گیا۔ دل نہایت خوش تھا۔ نہ روٹی کی پرواہ نہ پانی کی۔ ایک زمیندار پاس سے گزرا تو وُہ مجھے راضی کر کے گھر لے گیا۔ ایک چارپائی پر لیٹ گیا۔ نصف رات ہوئی تو وُہ زمیندار میری چارپائی پر آگیا۔ اچانک اس کا میری اس تسبیح پر ہاتھ پڑ گیا۔ جس پر اللہ اللہ کر رہا تھا۔ وُہ بجلی کی سی تیزی سے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہاتھ باندھ کر میرے آگے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ اور معافی مانگنے لگا کہ مجھے بخش دو۔ معاف کر دو۔ میں کچھ اور سمجھا تھا۔ اور آپ تو کچھ اور ہیں۔ میں نے اُسے نہایت شفقت سے معاف کر دیا صبح پھر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ ریواڑی کے اسٹیشن پر گاڑی کھڑی ہو کر جب چلنے لگی تو تھوڑا پہلے پیچھے ہٹی۔ تو کسی نے کہا ہاں پہلے پیچھے ہٹنا ہی بہتر ہے۔ پھر آگے چلنا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ تو پھر اسی آدمی نے کہا۔ رُکے میں نے ٹھیک کہا ہے۔ صبر کرو۔ پھر آگے چلنا۔ بہرحال پانی پت آگیا۔ پھر دہلی آگئی۔ پھر جے پور، جودھپور، پھر ریاست اُلور۔ پھر اجمیر آگیا۔ اس سارے سفر میں میری خوراک صرف درختوں کے پتے اور سبز گھاس تھی۔ دہلی میں دریائے جمنا کی گھاس بہت سخت تھی۔ وُہ مجھ سے چبائی نہ جاتی تھی۔ اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دربار شریف پر سات روز قیام کیا۔ تا آنکہ میرے بھائی جان جناب حضرت حیات محمد قدس سرہٗ صاحبِ مقامِ فقر، بقا باللہ واصل باللہ صاحبِ مقامِ ہُو، میرے پاس مراقبہ میں تشریف لائے اور مجھے فرمایا "عزیزم جلدی گھر

آپکے محبوب کی صورت کبھی کی بدل چکی ہے اور دن بدن بدلتی جارہی ہے لیکن میرا محبوب اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ جیسے پہلے تھا ویسا ہی اَب ہے!

واپس آجاؤ۔ یہ میرا حکم سمجھو"۔ یہ بندۂ حقیر حکم عدولی نہ کرسکا۔ اور اسی راہ سے واپس آگیا۔ جب گھر واپس آیا تو آپ نہایت ہی شفقت اور مہربانی سے پیش آئے۔ اور میری طرف ایک نظر بھر کر دیکھا۔ اس کے بعد زندگی بھر پھر کبھی میرا دل شوریدہ حال نہیں ہوا۔ لیکن باطنی منازل بدستور طے ہوتی رہیں، دوبارہ دسویں جماعت کی کتابیں خرید کردیں۔ پھر پڑھنے لگا۔

تمام کائنات کے ذرہ ذرہ پر میں نے ابتدائی زندگی میں غور کیا۔ ہر ایک چیز کو فنا پذیر پایا۔ اس راستے میں حُسن بھی آتا ہے۔ حُسن کی منزل کو میں دو سال میں عبور کر کے بالکل پیچھے چھوڑ چکا تھا۔ سوائے توحید کے یا ذات کے کسی مقام پر نظر قرار نہ پاتی تھی۔ میری زبان پر یہ مصرع عام ہوتا تھا۔ کہ

باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

ایک اور مزے دار بات سناؤں۔ ساتویں جماعت کے آخر میں دیدار باری تعالےٰ کے متعلق میرا یہ قول تھا۔

(۱) اگر وہ ذات مجھے کسی خوبصورت شکل و صورت میں نظر نہ آئی تو میں اُسے ہرگز نہ دیکھوں گا۔ اس ذات نے اگر مجھے اپنا آپ دکھانا ہے تو میرے سامنے کسی خوبصورت شکل میں آئے۔ تب دیکھوں گا، وگرنہ ہرگز نہ دیکھوں گا۔

فطرت و قدرت کے متعیّن کردہ اصُول کبھی نہیں بدلتے

(۲) نویں جماعت کے شروع میں میرا یہ قول تھا کہ اگر وہ ذات مجھے کسی بھی شکل میں نظر آئی تو میں اُسے ہرگز نہ دیکھوں گا۔

(۳) دسویں جماعت میں میرا یہ قول تھا وُہ ذات دیکھنے والی چیز ہی نہیں ہے۔

تفسیر: دیکھنا عیب کا نام ہے۔ دیکھنا شکل و صُورت کا نام ہے۔ دیکھنا دوئی کا نام ہے۔ یعنی ایک دیکھنے والا، دُوسرا دکھانے والا۔ پس یہ خامیُ نا تمامی کا نام ہے۔ شق ۱ ظاہر کرتی ہے کہ اُس وقت صُورت مجھ پر غالب تھی۔ شق ۲ ظاہر کرتی ہے کہ میں صُورت کے عیب سے پاک ہو گیا تھا۔ شق ۳ یہ ظاہر کرتی ہے کہ میرے قول میں پختگی آگئی تھی۔ اور یہ کہ میں ذات کے مقام کو سمجھ گیا تھا کہ کیا ہوتا ہے

(۴) دسویں جماعت پاس کرنے پر، اُس وقت سے لیکر تا حال میرا یہ قول تھا اور ہے کہ وُہ ذات بیمثل و بیمثال۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اور نہ وُہ کسی چیز جیسا ہے، اَلْآنَ كَمَا كَانَ۔ وُہ جیسا پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے۔ وُہ عیب و ثواب۔ روشنی و اندھیرا، فنا و بقا سب مخلوق امُور سے پاک و منزّہ ہے لیکن اگر اُسے دیکھوں تو میرا دیکھنا عیب سے پاک نہ ہوگا۔ دیکھنا نام ہی عیب و دوئی کا ہے لہٰذا میں اپنے آپ سے دست بردار ہوتا ہُوں۔ پھر تو اپنی آنکھ سے ہی اپنا نظارہ کر میرا درمیان میں حائل ہونا۔ موجود ہونا ہی اس بات پر دلالت کریگا کہ وُہ کوئی اور ہے اور میں کوئی اور۔ بس میں اپنے آپ سے (ماسوا اللہ سے) دست کش ہوتا ہوں جب میں اس قول پر پہنچا تو اسی مقام کو اپنی قرارگاہ پایا۔ اب میں اسی آشیانے میں رہتا ہُوں کہ میرا کوئی آشیانہ نہیں۔ اب میری نشانی یہ ہے کہ میں بے نشان ہُوں۔

سُبحان اللہ! میں مدّتوں سے ایسے ہی محبوب کی تلاش میں تھا سو وُہ مجھے مل گیا۔

اسمائے الٰہی سے مرقوم باطنی جُبّہ لامکانی (مقاماتِ الٰہیہ) کی ایک جھلک

اور دیکھنے کی آرزو یوں پوری ہو گئی کہ :-

ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

اسکے بعد قیام پاکستان کا اعلان ہو گیا۔ اور مشرقی پنجاب میں قتل و غارت گری شروع ہو گئی۔ اور لوگ گھروں سے بے گھر ہو کر کیمپوں میں آگئے۔ لدھیانہ کیمپ میں ایک دن میں نے عالم استغراق میں دیکھا کہ موت ایک مثالی صورت میں میری طرف بڑھی چلی آرہی ہے۔ لیکن مجھے اس نے چھوا تک نہیں۔ میرے پاس سے گزر گئی۔ پھر ایک روز ظہر کے وقت متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھا تھا کہ ایک تخت آسمان سے نیچے اتر رہا ہے۔ اس تخت پر ایک باوقار بزرگ بیٹھے ہیں۔ آپ نے ایک سفید کاغذ پر کچھ لکھ کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ جس پر لکھا تھا کہ تم مورخہ ۲ تاریخ کو اسی ماہ پاکستان پہنچ جاؤ گے۔ چنانچہ ۲ تاریخ کو میں بخیر و عافیت لاہور پہنچ چکا تھا۔ کراچی میں میرے حقیقی بھائی جناب چوہدری نیاز محمدؐ ریلوے میں پہلے ہی ڈرائیور تھے۔ سیدھا اُن کے پاس چلا گیا۔ پندرہ روز بعد پھر ملتان آگیا، چند روز بعد یہاں سے سیدھا کوئٹہ بلوچستان چلا گیا۔ وہاں ایک دن اتفاقیہ جناب شوقؔ صاحب سے ملاقات ہوئی یہ پنجابی کے نہایت مشہور و معروف شاعر اور اللہ والے تھے۔ زندگی میں سب سے پہلے انہوں نے ہی مجھے جناب سُلطان العارفین سُلطان باہُو قدس سرہٗ سے اور ان کی ایک کتاب ”تیغ برہنہ“ سے روشناس کرایا۔ بہت اچھی لگی کتاب۔ اسی وقت میں نے لاہور اللہ والے کی قومی دکان کے نام یوں کتابوں کا آرڈر بھیج دیا کہ آپ کے پاس جتنے قسم کی بھی سلطان باہو قدس سرہٗ کی کتابیں موجود ہیں۔ وُہ سب کی سب بذریعہ وی پی مجھے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں

آپنے اپنے اندر کو خالی کیوں سمجھ لیا ہے آپکے اندر سارے خزانے مدفون ہیں!

سنے چالیس کے قریب کتابیں مجھے بھیج دیں۔ اور زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے کسی تصوف کی کتاب کا مطالعہ کیا تو حیران تھا کہ ؎

یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

وُہی علم العین، وُہی ذکر العین، وُہی شق ہائے چشم، وُہی استغراق فی النفس و فی الذات وہی منزل و مقامات، وہی انوار و الوان، وہی لطائف غیبی، وہی عوالم باطنی۔ حضور (میری جان اُن پر فدا ہو) کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے ایک گونہ اطمینان ہوگیا کہ میں بالکل سو فیصد سیدھے راستے پر جارہا ہوں۔ نیز حضور کے مزید بُلند و بالا علوم نے مجھ پر تازیانہ کا کام کیا۔ اور میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم عمل ہوگیا۔ میرے بچپن کے متعین کردہ قانونِ تصوف کے کسی ایک جز کو بھی بدلنا نہ پڑا۔ سب کے سب درست نکلے۔ میرا دل پہلے بھی گراہی دیتا تھا کہ فطرت و قدرت کے بنائے ہوئے قوانین کبھی بدلا نہیں کرتے، بشرطیکہ اُن قوانین میں اپنی عقلی دخل اندازی نہ کی جائے۔ فطرت کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے فطرت و قدرت کے آگے نہیں۔ تو پھر فطرت و قدرت خود بخود راہ دیتی چلی جاتی ہے۔ فطرت و قدرت سب سے بڑے استاد ہیں۔

نوٹ: قارئین کرام! دن بھر تو میں کھڑے ہو کر لکھتا رہا، اس وقت رات کے ۱۱ بج چکے ہیں۔ اور دائیں ٹانگ اس وقت مکمل طور پر شل (سُن) ہو چکی ہے۔ اب نہ کھڑا ہو سکتا ہوں۔ تاہم قلم جاری رہیگی۔ جو ہوتا ہے ہو جائے۔ اللہ حافظ ہے۔

میں جنگلہ شہی میں مقیم تھا۔ یہ ۱۹۴۸ء کے درمیان کا واقعہ ہے۔ کہ میں نے شہر کوئٹہ

ع میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
ع تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی!

"اسمأ الٰہی سے مرقوم لامکانی ولاھوتی باطن جثۂ لطیف کی ایک جھلک":
سے چھاؤنی جانا تھا۔ سفر کوئی ۲ میل کے برابر تھا۔ میں جناب سلطان باھُو قدس سرہٗ کی تصنیفات پڑھ رہا تھا۔ راستے میں ایک بات پر غور کرتا جا رہا تھا۔ وُہ یہ کہ اللہ تعالےٰ سے، حضور صلعم سے اور حضرت سُلطان باھو قدس سرہٗ سے کیا مانگا جائے۔ دل میں خیال آیا کہ غوثی قطبی مانگوں، لیکن دل نے مقامات پر قیام کرنا پسند نہ کیا اور اس بات کو ٹھکرا دیا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ رجالُ الغیب میں شامل ہو جاؤں مگر دل نے یہ بات بھی قبول نہ کی۔ پھر خیال آیا لطیفہ رُوح و قلب و سر کھُل جائے۔ لیکن ان لطائف کو تو میں پہلے ہی عبور کر چکا تھا۔ لہٰذا یہ خیال بھی جاتا رہا۔ پھر فنا فی اللہ کا خیال آیا۔ لیکن یہ خیال بھی دل میں جگہ نہ پا سکا۔ پھر خیال آیا مقام ھُو یا مقامِ فقر پاؤں، لیکن دل تھا کہ مطمئن ہونے میں نہ آتا تھا۔ ہزاروں خیال دل میں آئے اور نکلتے گئے اور ۲ میل کا پیدل سفر بھی اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ اور میں کسی بھی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ اور نہ ہی دل مطمئن ہو سکا۔ آخرکار میرے دل میں ایک خیال آیا۔ اور وُہ خیال یہ ہے کہ میں آپ سے کچھ بھی نہیں مانگتا بس مجھے میری "اصل" تک پہنچا دیا جائے۔ جہاں سے کہ میں ایک دن چلا تھا۔ یا جہاں سے مجھے اپنے سے جُدا کیا گیا تھا۔ اس بات نے میرے تمام خیالات کے تسلسل کو بالکل ختم کر دیا۔ اور دل مطمئن اور پُرسکون ہو گیا۔ اور خیالات کی تمام اُلجھنیں ختم ہو کر کہیں دُور گہرائی میں جا کر سو گئیں۔ شام ہوئی۔ رات آئی۔ اور جب متوجہ الیٰ اللہ ہُوا تو کیا دیکھتا ہُوں۔ کہ میں اسی کمرے کے ایک کونے میں کھڑا ہوں جس کمرے میں کہ میں سویا تھا۔ میں نے دیکھا میرے جسم سے ایک لطیف باطنی جثہ نکلا اور کمرے کے عین درمیان

آپ اللہ تعالیٰ کے لطف کا لطیفہ پانا چاہتے ہو تو علم العین کے زاویۂ نگاہ کو اپنا لیجئے!

میں کھڑا ہو گیا۔ اس جثۂ لطیف کی کیفیت اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں (میری قلمی کتاب کے لحاظ سے نہ کہ کتابت کے لحاظ سے۔ کتابت میں خدا معلوم کون سا صفحہ ہوگا)۔ بہرحال کیفیت ملاحظہ فرمائیں۔ یہ لطیف باطنی جثہ کمرے کے درمیان میں ہوا میں معلق تھا زمین پر نہ تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرا تمام جسم نورٌ علیٰ نور ہو چکا ہے اور یہ شیشے سے بھی زیادہ شفاف تھا۔ اس لطیف جثہ کی لطافت یوں تھی کہ اس جثہ میں سے آرپار صاف نظر گزر جاتی۔ اس لطیف جثہ کا کوئی سایہ نہ تھا۔ اس لطیف جثہ سے روشنی چھن چھن کر اپنے اردگرد کو اور نیز تمام کمرے کو بالکل روشن کئے ہوئے ہے۔ اس جثۂ باطنی کی شکل و صورت بالکل بعینہٖ میری شکل و صورت ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے اندر سر سے لیکر پاؤں تک تمام اسماءِ الٰہی گردش کر رہے ہیں۔ بالکل ہر اسم نے اپنے سے آگے والے اسم صفت کے عین پیچھے ہو کر ایک باقاعدہ قطار بنائی ہے۔ یوں ۹۹ اسماءِ الٰہی میرے جسم کے اندر اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر ایک لائن میں گردش کر رہے ہیں۔ اور یہ گردشِ اسماء کا سلسلہ متواتر جاری ہے۔ یہ اسم جسم کی لطافت کی وجہ سے باہر سے اندرونِ جسم بالکل صاف شفاف نظر آ رہے ہیں۔ اب میں جسم کے باہر کی طرف دیکھتا ہوں تو جسم کے باہر عین جسم کے اردگرد، چاروں طرف، تمام قرآن پاک کی آیات گردش کر رہی ہیں۔ تمام آیات بالکل نورانی شکل میں ہیں۔ اور اردگرد جسم کے چاروں طرف باقاعدہ ایک گول چکر میں، گول دائرے میں چکر لگا رہی ہیں۔ یہ طوافِ آیات بھی متواتر جاری ہے اندر ۹۹ اسماءِ الٰہی نورانی شکل میں متواتر چکر کاٹ رہے ہیں۔ اور باہر جسم کے اردگرد

دعواتِ "نقوشِ سرورق" شش جہت

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے!

آیاتِ قرآنی نورانی شکل میں سنوار چکی کاٹ رہی ہیں۔ اور جسم کے آرپار صاف ہر ایک چیز نظر آرہی ہے۔ یہ سلسلہ بہت دیر جاری رہا۔ **توحید باری تعالیٰ کیطرف یہ اس عاجز کا پہلا قدم تھا۔**

قارئین کرام! آپ سلسلہ وار تینوں تصانیف کے سرورق اندرونی و بیرونی پر چھ دعوات ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یہ سرورق کے نقوش صرف زیب و زینت کے لئے نہیں بنائے گئے بلکہ ان میں سے ہر ایک نقش میں سارے تصوف کے کل درجات کو سمو دیا گیا ہے۔ اور اس نعمت کو عام کر دیا گیا ہے۔ یہ نقوش سلسلہ وار تصانیف (۱) سیف الرحمٰن (۲) اللہ جلّ شانہ (۳) حق سبحان کے سرورق اندرونی و بیرونی پر دوبارہ ملاحظہ فرمائیں اور خوب غور و خوض سے دقیق نظری سے ان پر نظرِ ثانی فرمائیں۔ یہ کل ملا کر چھ عدد دعوات بنتی ہیں۔

نوٹ: یہ تمام دعوات گو مقاماتِ الٰہیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاہم انکا دائرہ کار عالمِ ناسوت سے لیکر عالم ھاھویت تک محیط ہے۔

(۱) یہ دعوت عالمِ ناسوت سے لیکر عالمِ لاہوت و عالم لاہوت سے لیکر عالمِ ھاھویت تک محیط ہے۔ **اسے دعوتِ توحید کہتے ہیں۔**

(۲) دعوتِ لطائف غیبی یہ دعوت نفس، قلب و روح، سرّ، اسرار، خفی، اخفیٰ و انا تک محیط ہے۔ **یہ دعوت ہفت اندام ہے۔**

(۳) یہ دعوت تجلیات سے متعلق ہے۔ تمام الوانِ انوار (رنگِ انوار) مثلاً (ا) تجلی بیرنگ

بچشمِ باز تجلیات دیکھنا ممکن ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ھے

نیلاہٹ لطیفۂ نفس کی تجلی عالم ناسوت ہیں)، (۲) لطیفۂ قلب کی تجلی برنگ سرخ عالم ملکوت ہیں)، (۳) تجلی لطیفۂ روح سرخ رنگ میں عالم جبروت میں۔ اسے دعوت تجلیات لطائف کہتے ہیں۔ (۴) مقاماتِ الٰہیّہ میں اسماءِ الٰہی سے مرقوم بجُزئِ باطنی کی دعوت؛ یہ دعوت اللہ، للہ، لہٗ، ھُو، ھاھویت سے متعلق ہے۔ اس دعوت میں اسماءِ الٰہی سے مرقوم باطنی جسے عطا ہوتے ہیں۔

(۵) دعوتِ حال ؛ یہ اول میل، محبت، عشق، وصل، فنا، حیرت سے شروع ہوکر بقاباللہ تک پہنچتی ہے۔ اسے دعوتِ حال، مقامِ ہُو، مقام فقر، مقام محمدیؐ، نور محمدیؐ اور عین ھویت بھی کہتے ہیں۔

نوٹ: یہ تمام دعوات، دعواتِ توحیدی کہلاتی ہیں۔ اس لئے یہ دُوسری دعوتوں کیطرح نہیں پڑھی جاتیں۔ ان میں اذان یا قم باذن اللہ کے الفاظ نہیں کہے جاتے۔ لیکن یہ بھی نقش کے چاروں طرف پڑھی جاتی ہیں۔ اور محض اللہ تعالیٰ کیلئے پڑھی جاتی ہیں۔

(۶) دعوتِ توحید، چون و بے چگون، بے مثل و بے مثال ؛

یہ دعوت اپنے تمام حواس وقویٰ، لطائف و عوالم، تجلیات وانوار سے قطعی دستبردار ہوکر اور خود اپنے آپ سے دستبردار ہوکر نیز سلب تام ہوکر مقام ماسوا اللہ میں اپنے آپ کو درمیان سے ہٹاکر خالص اور محض زبانِ ذات ھُو سے پڑھی جاتی ہے اور اہل دعوت اپنے آپ کو درمیان سے ہٹاکر اپنے تمام اختیارات اسی ذاتِ واحد کو سونپ دیتا ہے۔ پھر اسی ذات کی آنکھ سے اپنا نظارہ آپ کرتا ہے۔ اور مقام ماسوا اللہ

حقیقی پر فائز ہوتا ہے۔ اسے دعوتِ توحید کہتے ہیں۔

نوٹ: باقی تمام امور میں دعوتِ اعظم میں بتائے گئے اصولوں پر عمل کر کے یہ دعوت پڑھیں۔ جو مفصل و مکمل طور پر دعوتِ اعظم میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ نیز دعوتِ اسم اللہ (اللہ جلّ شان تصنیف) میں بھی مکمل و مفصل بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اُن پر عمل کریں۔ آپ نے توحید کی طرف عروجِ باطنی کی ایک چھوٹی سی جھلک دیکھ لی ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں اور کتنے ہی مدفون خزانے آپ کے اندر سالہا سال سے دبے پڑے ہیں۔ اگر آپ اُن خزانوں کا کھوج لگانا جان جاتے تو کبھی کے پا لیتے۔ یہ وُہ ذکرالعین و علم العین ہے کہ اس کے ذریعے بچپن میں، جوانی میں بڑھاپے میں بھی آپ کی آنکھ کھل کر ایک لمحہ میں آپ کی بخشش کا سامان ہو سکتا ہے انشاء اللہ، حتیٰ کہ مرنے سے صرف چند منٹ پہلے آپ بذریعہ علم العین بازاویہ نگاہ واصل اللہ ہو سکتے ہیں۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اور یہ راستہ بھی سبحان اللہ ہے۔ اس سے نزدیکی، قریبی، پہلے دن ہی کھلنے والا اور کوئی راستہ دنیا میں نہیں ہے۔

کوئٹہ میں ایک سال قیام کے بعد میں جلالپور جٹاں ضلع گجرات میں چند ماہ رہا۔ یہاں پر عالمِ وجدان میں روٹی کھانا مجھ سے چھوٹ گیا۔ پورے ۳ ماہ روٹی نہ کھائی۔ اسی اثناء میں ہوتی مردان صوبہ سرحد میں ایک سال قیام کیا۔ وہاں سے واپس آیا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہمیشہ کیلئے دربار سُلطان باہُوؒ قدس سرہٗ چلا گیا۔ یہ ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے اندازاً۔ دن بھر دربار میں بیٹھ کر متوجہ الی اللہ رہتا۔ جب بھوک لگتی تو باہر جا کر درختوں کے پتے گھاس۔ سبزیوں کے پتے کھا لیتا۔ پھر دربار شریف پر آ بیٹھتا۔ گو دربار شریف پر لنگر خانہ بھی تھا لیکن نہ مجھے اس کا علم تھا اور نہ ہی میں وہاں سے کچھ کھانا چاہتا تھا۔ ان دنوں جو دربار کا کنجی بردار تھا وُہ نیک اور رحمدل تھا۔ ایک دن ظہر کے وقت مجھے کہنے لگا کیا آپ لنگر خانے سے روٹی لے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ علم نہیں لنگر خانے کا۔ آپ نے

فرمایا۔ اچھا میں خود روٹی لا کر دیتا ہُوں۔ میں انکار نہ کر سکا۔ کھالی۔ پھر وُہ ہر روز میری روٹی لے آتا۔ اُن دنوں دربار پر جانے کا راستہ بالکل کچا تھا۔ نیا دربار بن چکا تھا۔ لیکن دریائے چناب کے کنارے پُرانے دربار شریف کا کچھ نقشہ موجُود تھا۔ آپ کی قبر کا نشان موجُود تھا۔ جسکے اردگرد چار دیواری کر دیگئی تھی۔ حضور کے وقت کی ایک برگد کے درخت کے تنے کے برابر کی بڑی بیر بھی موجود تھی۔ اور ایک پُرانا حجرہ بھی موجود تھا۔ قبرستان جس میں ہزاروں اولیاء اللہ مدفون تھے۔ سب کا سب موجُود تھا۔

ایک واقعہ: ایک رات میں دربار شریف کے مغربی دروازے میں رات کے گیارہ بارہ بجے بیٹھا تھا۔ متوجہ ہُوا تو سُلطان صاحب سے ایک بہت ہی بلند سوال کیا۔ آپ میری بات سُنکر قبر سے باہر نکل آئے اور مجھے نہایت نرم لہجہ میں فرمانے لگے، "ذرا سوچ لو۔ کہ تم کیا طلب کر رہے ہو" میں نے عرض کی حضور میں تو جیسے کہا ہوں جیسے آپ کی مرضی اور جب آپ کی مرضی، میں اپنے آپ سے دست بردار ہوتا ہوں"۔

مجھے دربار شریف پر گئے سات روز ہو گئے تھے۔ ساتویں رات مجھے باطن میں ایک لفافہ ملا جس پر یہ لکھا ہُوا تھا۔ "ابھی تم واپس چلے جاؤ۔ اور جلد ہی تمہیں دوبارہ بلایا جائیگا" میں حکم کی تعمیل میں صبح ہی وہاں سے روانہ ہو گیا۔ واپس جب فیصل آباد آیا تو سید عاشق صاحب (جن کا ذکر میں کوٹ کے بارے میں کر چکا ہُوں میرے ساتھ ہی لاہور آ گئے تھے پھر فیصل آباد قیام کیا آپ اہل اللہ ہیں) کے پاس گیا۔ ابھی میں نے سلام علیکم ہی کہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ تم سیدھے دربار شریف سے آ رہے ہو۔ میں نے کہا۔ جی ہاں بالکل سیدھا دربار شریف سے آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا "آپ کو حکم ہُوا ہے کہ آپ علم طب سیکھو گے اور نیز آپ کو کوٹلی سیہاں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں فوراً جانیکا حکم ہُوا ہے۔ آپ وہاں علم طب سیکھو گے۔ یہ سُلطان صاحب کا حکم ہے" یہ تو آپ کے ہی کے ایک شعر کیمطابق ہو گیا ع

پہلوں غم ٹکڑے دا میٹے پچھوں حق دا راہ بتاوے ہُو

یعنی آپ پہلے روٹی پانی کا غم دُور کر دیتے ہیں۔ پھر اسکو راہ حق پر گامزن کر دیتے ہیں۔ بہرحال آپ کے حکم کے مطابق میں کوٹلی سیچاں چلا گیا۔ یہاں حضرت سائیں رحمت شاہ صاحب کے خلیفہ خاص کا دربار ہے۔ اور سجادہ نشین دونوں بھائی ڈاکٹر حکیم ہیں۔ اور سائیں رحمت شاہ صاحب وُہ ہیں جو جانور چرا کر لے گئے تھے۔ پھر ڈر کر حضور کی قبر کے غلاف کے نیچے چھپ گئے تو حضور سُلطان صاحبؒ نے رنگ کر ہی باہر نکالا تھا اور ولیاُ اللہ ہو گئے۔ پس میں نے ڈاکٹری اور طبابت دونوں سیکھنا شروع کر دیں۔ دو سال سارا کام میرے ہاتھ میں رہا۔ بیس بیس میل تک مریض دیکھنے بھی جاتا۔ دو سال بعد لاہور آکر ہومیوپیتھی اور طب کا امتحان دیا اور ایلوپیتھی کی رجسٹریشن کیلئے درخواست دی۔

میرے سب سے بڑے بھائی جناب چوہدری فتح محمدؐ صاحب اس وقت جلالپور بھٹیاں تحصیل حافظ آباد۔ ضلع گوجرانوالہ کے تھانہ میں انچارج آفیسر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے خط لکھا کہ آ کر اس علاقہ کی سیر کر جاؤ۔ میں جلالپور بھٹیاں مذکورہ میں آیا۔ میرا ارادہ فیصل آباد میں پریکٹس کرنیکا تھا مگر ایک سپاہی نے زبردستی مجھے یہیں دُکان کھلوادی کہ جتنے روز یہاں ہو کام کرو۔ جب مرضی ہو چلے جانا۔ بس وُہ دن گئے یہ دن آئے یہیں مقیم ہوں۔ اور آج یہیں پر اسی مکان میں میز پہ ایک اور چھوٹی میز رکھ کر کھڑے ہو کر یہ تصنیف لکھ رہا ہوں۔ آج میری ٹانگ جو سو گئی تھی کو کچھ افاقہ ہے تاہم ابھی بیٹھ نہیں سکتا۔

بالکل ظاہری آنکھوں سے تجلیات کا نزول:

یہیں پر میں نے مکان کی بیٹھک میں زمین پر بستر کر کے ایک نیا کام شروع کر دیا۔ جس سے میرا ظاہر باطن ایک ہو گیا۔ اور بالکل ظاہری آنکھوں سے عیاں طور پر تجلیات کا نزول شروع ہو گیا۔ یہ کام میں نے ایک نقش خود تیار کر کے سامنے رکھ کر کیا تھا۔

جس کام کیلئے گیا تھا وہ نظر انداز ہو گیا لیکن علانیہ طور پر تجلیات بے محابا، بے جہت بالکل عیاں طور پر مجھ پر پڑنے لگیں، پھر مجھے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ نقش آگے ملاحظہ فرمائیں:۔

"دعوت اعظم"

یہ وہ دعوت ہے جس سے مجھے علانیہ ظاہری آنکھوں سے تجلیات کا نزول شروع ہوا اور دائمی قائم رہا۔

حضرت غلام باہو۔ سلطان صالح محمد۔ شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ یوسف ابن ایمن۔ ابوحفص حداد، یمنی

سلطان نور احمدؒ۔ سلطان باہوؒ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ معاذ الرازی۔ شاہ شجاع کرمانی ابو محمود

حضرت محمد صابر۔ ابن اسحاق۔ حضرت ابو تراب بخشی۔ احمد خضرویہ۔ احمد خواری۔

حضرت حبیب محمد قادری۔ الشیخ حسن۔ حضرت محمد جیلانی اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اویس قرنی۔ بیگ محمد شاہ وہ راز۔ حمدون قصار۔

ابوبکر صدیقؓ۔ علی۔ حسین۔ عمر ابن الخطابؓ۔ سفیان۔ سری سقطی۔ امام احمد بن حنبل

مُحَمَّدٌ ﷺ

حضرت فقیر محمد۔ علی کرم۔ عثمان بن عفانؓ۔ جنید بغدادی۔ امام شافعی۔

حاتم اصم۔ هُوَ اَحْضِرُوْا يَا مَلِكَ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسَةِ اُمْدُدْنِيْ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ پیر ابوسعید۔ ابوبکر شبلی۔

حارث محاسبی۔ داؤد طائی۔ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فضیل بن عیاض۔

احمد بن حرب۔ سفیان ثوری۔ ابوالحسن خرقانی۔

بشر حافی۔ پیر کاکا صاحب۔ بایزید بسطامی۔ محمد ابن اسلم۔ شفیق بلخی۔ مالک دینار۔ حسن بصری۔

بابا فرید شکر گنج۔ بلھے شاہ۔

فرید الدین عطار۔ محمد سماک۔ امام ابو حنیفہ۔ حبیب عجمی۔ معروف کرخی۔ ابوسلیمان دارانیؒ۔

ابوحازم۔ شیخ شبلی۔ منصور عمار۔ حمدون قصار۔ عقبہ بن الغلام۔ منصور حلاج۔ شاہ رحمان۔ ابراہیم ادھم۔ حسین شاہ۔

بوعلی قلندر۔ معین الدین چشتیؒ۔ ذوالنون مصری۔ مجدد الف ثانی۔ علی ہجویری۔ خواجہ نظام الدین۔ صابر کلیری۔

محسن شاہ۔ رحمت شاہ سائیں۔ رابعہ بصری۔ غلام فاطمہ۔ حضرت عبد الحمید کلاچوی۔

سُلطان الفقر حضرت سُلطان باہوؒ۔ پیر عبد الرزاق جیلانی فرزند حضرت غوث الاعظمؒ۔

حضرت فقیر نور محمد کلاچوی۔ حقیر ڈاکٹر نور سروری جلالپوری

مجوز و مصنف نقش ھذا۔

"دعوتِ اعظم کا طریقِ کار"

قارئینِ کرام! یہ تقریباً ۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء کی سردیوں کی بات ہے۔ کہ میں زمین پر ہی سوتا تھا۔ اور وہیں متوجہ الی اللہ بھی رہتا تھا۔ پس میرے دل نے چاہا کہ یوں کروں اور یہ نقش اس بندہ نے تیار کیا۔ اور دعوت پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن اس دعوت کا طریقِ کار باقی تمام اقسام کی دعوتوں سے مختلف تھا۔ یہ عام دعوتوں کیطرح نہ پڑھی جاتی ہے اور نہ کسی اور طریقے سے رواں ہوتی ہے۔ اسکے پڑھنے کی ایک خاص کلید ہے۔ ایک خاص طریقِ کار ہے اور اس کے فوائد و نتائج بھی دوسری تمام دعوتوں سے مختلف ہیں۔ اس دعوت کا پڑھنا بہت ہی آسان بھی ہے اور بہت ہی مشکل بھی۔ اس کا تجزیہ بعد میں کیا جائیگا۔ پہلے طریقِ کار سمجھ لیجئے۔

دعوتِ اعظم پڑھنے کا طریقِ کار:

یہ ہے۔ اور میں نے اسے یوں پڑھا۔ کہ کمرہ کو روشن کر لیا: بجلی نہ تھی اس وقت یہاں لالٹین جلائی۔ اور نقش کو اپنے سامنے بچھا دیا۔ اُس نقش کا سائز ۲ فٹ × ۱½ فٹ تھا۔ موٹا اور بڑا لکھا ہوا تھا۔ لالٹین مین نقش کے پاس بہت قریب رکھدی یوں کہ اسمِ محمد صلعم پر مکمل روشنی پڑے آنکھیں بالکل کھلی رکھیں اور نظریں اسمِ پاک پر خوب زور اور شدت سے گاڑھ دیں۔ آنکھیں بہت دیر کے بعد ایک آدھ بار جھپکتا تھا۔ ۲:۳ منٹ کے بعد الفاظ اور اسمِ پاک کا رنگ بالکل بدل جاتا۔ نیز الفاظ کے ساتھ ساتھ ایک سُرخ و سبز روشنی نمودار ہو جاتی جو الفاظ کے کناروں کے ساتھ ساتھ منسلک ہوتی۔ دو تین منٹ کے بعد آنکھیں زور سے اور شدت سے اسمِ پاک پر گاڑھنے سے پہلے وہی الفاظ کے ساتھ ساتھ کناروں پر روشنی آجاتی۔ یا سارے اسم کا ہی رنگ بدل جاتا۔ نیز تمام کمرہ

تجھے عیاں طور پر نظر آنا، تیری آنکھ کی پتلی کے ارتکاز پر منحصر ہے۔

بھی روشنی سے پُر اور مملو ہو جاتا۔ کمرہ کی روشنی آنکھیں اسم سے ہٹائے بغیر پلکے گوشۂ چشم سے دیکھتا تھا نظریں اسمِ پاک سے بالکل نہ ہٹاتا۔ کبھی کبھی آنکھ بھی جھپک لیتا۔ ہر روز یہ روشنی بڑھتی گئی۔ نیز ساتھ ساتھ نہایت ہی دبی زبان سے سُورۃ یٰسین ۵: ۷ یا ۱۱ مرتبہ پڑھتا جاتا۔ سُورہ یٰسین کے تمام کے تمام مؤکلات علوی ہیں پاکیزہ ہیں لطیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت وثنا کرنے والے ہیں۔ بہرحال سُورۃ بھی پڑھتا جاتا لیکن بالکل بے معلوم نہایت ہی دبی زبان سے یُوں کہ زبان ہلتی نہ تھی۔ برائے نام حرکت کرتی تھی لیکن سب سے زیادہ توجہ اسم پاک پر نظریں جمانے بلکہ گاڑھنے دینا۔

نوٹ: یاد رہے معمولی نظر سے یا عام نظروں سے دیکھنے سے کام بالکل نہ چلیگا۔ بلکہ آنکھیں بالکل کھول کر بغیر جھپکے نظریں گاڑھ کر شدت سے دیکھنا چاہیئے۔ پس یُوں کرنے سے میرے سارے حواس وقویٰ آنکھوں میں جمع ہو جاتے تھے۔ پانچ چھ روز کے بعد میں نے دیکھا مجھے رات کو بھی اور دن کو بھی، چلتے پھرتے بھی۔ کسی سے باتیں کرتے ہوئے بھی بار بار تجلی پڑتی رہتی۔ حتیٰ کہ یہ تجلی دن بدن ترقی کرتی گئی۔ پہلے پہل یہ ایک ستارہ کی مانند چمکتی تھی۔ ۶ ماہ بعد اس کا حجم بڑھتے بڑھتے ایک بادل کے ٹکڑے جتنا بڑا ہو گیا۔ اور یہ تجلی کھلی آنکھوں سے دائمی طور پر قائم رہی۔ اور اب بھی ہے۔ یاد رہے کہ ابھی تک میں کسی کا مُرید نہ ہُوا تھا۔ میری راہنما وہی فطرت وقدرت تھی۔ یا باطن میں اولیاء کرام تھے۔

دعوت پڑھنے سے پہلے وضو کر لیجئے۔ پھر سورۃ فاتحہ قل ھو اللہ پڑھ کر اوّل و آخر گیارہ مرتبہ یا ۳ دفعہ دُرود شریف پڑھ کر حضور پاک صلعم۔ صحابہ کرام۔ اہل بیعت۔ تمام اولیاء کرام اور رجال الغیب کو بخش دیجئے۔ پھر دُرود شریف۔ الحمد، قل شریف، لاحول کلمہ طیبہ وکلمہ شہادت۔ سُورہ فلق۔ سورۃ والناس پھر لاحول پھر دُرود شریف پڑھ کر اپنے ہاتھوں

عیاں طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو ہر وقت نظر جما کر دیکھنا اپنا شیوہ بنا لو۔

پر دَم کر کے اپنے سارے بدن پر پھیر لیجئے۔ پھر دُعا یوں مانگئے کہ یا اللہ میں تجھے وحدہٗ لاشریک
مانتا ہوں اور خالص تیرے لئے۔ تیرے نام پر، تیری خوشنودی کیلئے یہ دعوت پڑھتا ہوں
اس کے بعد یوں دُعا کیجئے کہ یا اللہ بوسیلہ حضور پاک صلعم میرے لطیفۂ قلب، رُوح، لطیفہ سِرّ و
خفی، لطیفۂ اخفیٰ و انا کو اپنے ذاتی انوار سے منوّر و مطہر و منزّہ، معطّر و معنبر فرما دے۔ یا اللہ
یہ بندۂ عاجز تجھ سے تجلّی کو یعنی تیرے ہی اسم اللہ ذات کے روشن ہونے کا سوال کرتا ہے۔
یا اس بندۂ عاجز کو مجلس انبیاء، مجلس حضور پاک صلعم و مجلس اولیاء اللہ میں داخل فرما دے۔
یا اللہ سات سُلطان الفقراء کی زیارت و فیض نصیب فرما۔ آمین ثم آمین۔ اس کے بعد بطریق
معروف نقش کے سرہانے سے شروع ہو کر نقش کے اردگرد اذان پڑھیں۔ اذان پڑھ کر عین
اسم محمدؐ کے رُوبرُو بیٹھ جائیں۔ اسم پاک پر روشنی پڑتی رہے۔ اور اپنی نظریں اسم پاک
پر شدت سے گاڑھ دیں۔ اور ساتھ ساتھ سورۃ یٰسین نہایت دبی زبان سے پڑھتے جائیں
۷ دفعہ پڑھیں سورۃ۔ اگر یہ یاد نہ ہو تو سورت مزمّل پڑھیں۔ ۱۱ مرتبہ۔ اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو سلامٌ
قولاً من ربّ الرحیم ۵ صد ۵ مرتبہ پڑھیں۔ اوّل و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ دُرود شریف پڑھیں
اور نظر بازی خوب خوب جاری رہے۔ کم از کم نصف گھنٹہ نظروں کی مشق جاری رکھیں۔
زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ آپ کا شوق ہے۔ عمل ختم ہونے پر لالٹین اپنے سامنے سے ہٹا
دیں۔ اور آنکھیں بند کر کے مکمل استغراق بازاویۂ نگاہ حاصل کریں۔ استغراق حاصل کرنے
کے طریقے تصنیف سیف الرحمٰن میں مکمل طور پر بتا دیئے گئے ہیں۔ وہاں دیکھیں۔ ڈوبتے
جائیں اور ڈوبتے جائیں۔ اور گم ہوتے جائیں اور زاویۂ نگاہ کو سختی سے قائم رکھیں۔ جس
نے استغراق کی حالت میں زاویۂ نگاہ بھی قائم رکھا۔ اس کی باطنی پرواز انشاء اللہ بہت
جلد جاری ہو جاتی ہے۔ اگر آپ نے مکمل استغراق کو پا لیا۔ اور ساتھ ہی زاویۂ نگاہ بھی

"فوائد دعوت اعظم"

نظر جما کر دیکھنا، پلکیں کم جھپکانا، کھلی آنکھ سے استغراق پیدا کر دیتا ہے

قائم رکھا۔ تو آپ کی باطنی نظر کھل جائے گی۔ اور باطنی طیر سیر جاری ہو جائے گی۔ یا آپ پر تجلیات کا نزول شروع ہو جائیگا۔ یا ذکر قلب جاری ہو جائیگا۔ یا باطنی لطائف کھل جائینگے یا باطنی نظارے شروع ہو جائیں گے۔ یا غیب سے آواز آئے گی۔ یا معنوی قلب سے الہام بھی برآمد ہو گی۔ یہ تو روحانی فائدے ہیں۔

ظاہری فوائد: اگر آپ کا کوئی کام نہیں ہو رہا تو وہ ہو جائے گا۔ کوئی مشکل آپڑی تو وہ حل ہو جائیگی۔ کوئی دُنیاوی کاروبار کا مسئلہ ہے تو حل ہو جائیگا۔ رزق کی تنگی ہے تو اللہ تعالیٰ انشاءاللہ کشادگی کر دیگا۔ کسی ملازمت کا مسئلہ ہے تو وہ طے ہو جائیگا۔ کسی سے دشمنی ہے تو وہ زیر ہو جائے گا۔

نوٹ: کوئی شخص اپنے ناجائز اغراض کے لئے نہ پڑھے ورنہ اس کا وبال قیامت کے روز اسی کی گردن پر ہو گا۔

نوٹ ۲: جو اشخاص صاحب نظر ہیں۔ اُن کا کام فوراً ہو جائے گا۔ جنکی ابھی باطنی نظر نہیں کھلی انکو چاہئے بطور مشق کے ہر روز پڑھ سکتے ہیں۔ نہیں تو بدھ، جمعرات و جمعہ کی رات کو پڑھ لیا کریں۔ مُبتدی کتاب سیف الرحمن پر مکمل عمل کر کے باطنی نظر پیدا کریں۔ پھر دعوت بھی جاری ہو جائیگی۔ بطور مشق کے ہر کوئی پڑھ سکتا ہے (۳) جن اصحاب کا باطن میں آنے جانے پر عبور و اختیار حاصل ہو چکا ہے۔ وہ ظاہری آنکھوں سے تجلیات دیکھ سکیں گے۔ میں نے اپنی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آپکو دکھا دیا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ سب کچھ آپ کر سکیں گے۔ میرے پاس سب سامان پہلے سے تیار تھا۔

ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کیلئے نظر کی تربیت کا ایک الگ طریق کار ہے

کھلی آنکھ سے استغراق کا پیدا ہونا تیر انظر جما کر رکھنے پر منحصر ہے

اِس لئے مجھے ظاہری آنکھوں سے تجلیات نظر آنے لگیں۔ اِس دعوتِ اعظم کے بعد میری باطنی نظر بالکل ظاہری آنکھوں سے باطن میں دیکھنے کے بارے میں دن بدن ترقی کرتی گئی۔ اور میں حضور جناب سُلطان العارفین کے دربارِ مقدس پر بھی عاشورہ محرم میں چاند نکلنے پہلی تاریخ چاند کی کو جاتا اور پُورے دس دن نہایت بڑے ہجوم میں بھی دربارِ مقدس کے اندر ہی رہتا۔ یہ ہر سال کا معمول رہا۔ ابھی تک میں کسی کا بیعت نہ ہوا تھا۔ پھر میں نے باطن میں جناب سُلطان العارفین اور اُن کے بعد جناب سلطان غلام باہُو پھر اسوقت کے موجُودہ گدی نشین جیب سُلطان کے بارے میں باطنی مراتب کا نقشہ دیکھا جو بیان کرنے کے قابل نہیں ہے۔ بعدازاں میں جلالپور جٹیاں میں ایک قبر پر دعوت پڑھی تو اہلِ قبر سے ملاقات ہوئی۔ رُوحانی نے مجھے فرمایا بیٹا اس راستے میں اکیلے نہ چلا کرو۔ پھر روحانی نے اپنی تمام منزل و مقام کی مجھے سیر کرائی۔

ذکرِ قلبی کا جاری ہونا: گو میں اس وقت ساتویں جماعت میں ہی تھا ایک دن بزرگِ حقیقی جناب حضرت حیات محمد صاحب قادری صاحب مقام بقا، واصل باللہ، صاحبِ مقام ھو۔ واز جناب باری تعالیٰ و حضور رسول اکرم صلعم و نیز از مرشد پاک حضرت نیک محمد شاہ صاحب سے خلافت و اجازت یافتہ ایک ہندو کو ایک سبق باطنی دے رہے تھے۔ یہ سبق عالم ملکوت و ولایت حضرت آدم علیہ السلام میں داخل ہونیکا تھا۔ میں ابھی بچہ ہی تھا قریب ہی بیٹھا تھا۔ وہ سبق اس ہندو کو دے

عالمِ ملکوت کے انوار کا رنگ زرد ہوتا ہے اور لطیفہ قلب ہوتا ہے

"میرا ذکرِ قلبی کیسے جاری ہوا"

رہے تھے اور میں چپکے چپکے سُن سُن کر یاد کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اُس سبق کی نیت کرنے کے تمام الفاظ مجھے یاد ہوگئے۔ رات کو جب بیٹھا تو یہی سبق پڑھ کر متوجہ الی اللہ ہوگیا۔ میں جب اس حال میں پہنچا جبکہ مکمل طور پر استغراق طاری ہوجاتا ہے۔ تو فوراً حواس خمسہ ظاہری بند ہوگئے۔ اور حواس خمسہ باطنی خود بخود کھل گئے اور باطنی مشاہدات جاری ہوگئے میں نے دیکھا کہ جناب حضرت حیات محمدؒ صاحب قدس سرہٗ اپنے ملکوتی جاہ و جلال کے ساتھ اس بندہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ کا تمام جسم نورٌ علےٰ نور تھا۔ اور تمام جسم کا رنگ بالکل زرد (زرد میٹھا) رنگ کے انوار سے سر سے لیکر پاؤں تک رنگین تھا۔ اس وقت آپ کا اتنا جاہ و جلال تھا کہ مجھے آپکی طرف دیکھنا دشوار ہو رہا تھا۔ آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں اس وقت کھڑا تھا۔ آپ نے آتے ہی مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ میرا سینہ اُن کے سینے کیساتھ لگنا تھا کہ سینہ لگتے ہی سینے سے میرا فوراً قلب ذکر اللہ سے جاری ہوگیا۔ ذکر یوں تھا کہ میرا دل گلے تک سینے میں اچھلتا پھر نہایت زور سے اَللّٰہ ھُوْ کی ضرب لگاتا۔ یہ ذکر اتنی شدت اور حدت سے جاری ہوا کہ چند منٹ کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ ذکر اگر تھوڑی دیر اور جاری رہا تو میرا سینہ بالکل پھٹ جائیگا۔ اور میرا دل پارہ پارہ ہو جائیگا۔ میں بالکل بیکل ہونے کے قریب تھا کہ عین اسی وقت قدرت کیطرف سے میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا۔ جو بالکل بے ارادہ جاری ہوا تھا۔ درود شریف کا جاری ہونا تھا کہ اسکے ساتھ ہی آہستہ آہستہ میرا دل سکون پکڑتا گیا تا آنکہ بالکل آرام و راحت و سکون میں آگیا۔

کی حق سے فرشتوں نے اقبالؔ کی غمّازی!
گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی حنا بندی

آپ نے مجھے سینے سے جُدا کیا۔ اس کے بعد نہایت خنک ٹھنڈی چاندنی ہمارے ارد گرد پھیل گئی۔ پھر ہم دونوں نے مل کر ایک بہشتی کھانا کھایا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا۔ کیا تم نے آج میرا کچھ چرایا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ چرایا تو تھا۔ لیکن آپ نے مجھ پر بڑی شفقت اور مہربانی فرمائی۔ اور مسکرا دیئے۔ یہ بچپن میں مَیں ساتویں جماعت میں تھا۔ اس وقت کا واقعہ ہے۔

مَیں اس راستے کے سینکڑوں باطنی واقعات چھوڑتا ہُوا آگے گزر رہا ہُوں کچھ فریب امارت کا خوف ہے۔ کچھ طوالتِ تحریر کا۔ میں صرف وُہ واقعاتِ باطنی بیان کر رہا ہوں۔ جن سے آپ کو کچھ فائدہ ہو۔ آپ کو کچھ راہ ملے یا جس سے آپکی باطنی نظر کشادہ ہو۔ میرا مقصد بھلائی ہے۔ نہ کہ اپنی تعریف۔ اور مجھے نفس پرستی ہی کرنا تھی۔ تو پھر حق کی تلاش بھی بیکار ہی ہوتی۔ لہٰذا حاشا و کلاّ، میرا مقصد صرف آپ کا بھلا کرنا ہے اور بس۔ یہ تصانیف تصنیف کرنے کے بعد پھر آپ کو میں کہیں نظر نہ آؤنگا پھر اسی گمنامی کی چادر میں چھُپ جاؤں گا۔ جہاں سے نکل کر صرف چند روز کیلئے آپکے رُو برُو آیا ہُوں۔ دلائل و براہین سے بات نہیں بنتی، انسان کا فعل ہی مُستقبل و حال پر دال ہوتا ہے۔ سو اس کے بعد آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ میں بالکل نامعلوم ہو چکا ہُوں۔ کیا اس سے پہلے میں آپ کو معلوم تھا۔ ؎

سُرمۂ مفت نظر ہُوں میری قیمت کیا ہے؟

بس ایک نظر دیکھ لیجئے۔ پھر شاید اس سرمہ کو ہجر و فراق کے آنسُو دھو ڈالیں۔ زندگی

نفس چار اقسام، چار خصلتیں، چار عادات و چار درجات رکھتا ہے

ہر درجہ نفس میں تیری صورت مثالی اور مختلف ہو گئی

کا کیا بھروسہ ہے۔ غنیمت سمجھئے کہ آپ سے دو چار باتیں کر کے پھر آگے چلے جانا ہے۔ گھوڑا تیار کھڑا ہے۔ زین کسی ہوئی ہے۔ میرا ایک پاؤں رکاب پر رکھا ہوا ہے۔ کب قضا کا پروانہ آئے اور ہوا ہو جاؤں۔

ایک واقعہ: میں ایک روز عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک بزرگ سُرخ و سفید چمکتا چہرہ۔ سُرخ ریش مبارک۔ میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ مجھے انکی صُورت آج تک یاد ہے یہ ۱۹۵۳-۵۴ء کا واقعہ ہے۔ پھر اسکے چند روز بعد میرے نام رہنمائے زندگی ایک رسالہ آیا۔ اس میں طب کے علاوہ ایک مضمون روحانیت پر بھی تھا۔ چہار نفس پر مفصل روشنی ڈالی گئی تھی۔ چاروں نفسوں کے بارے میں ان چار نفسوں کے بارے میں بچپن میں مجھے سارا علم معلوم تھا۔ لیکن ان نفوس کے بارے میں کچھ اس انداز سے لکھا ہوا تھا۔ جو ظاہری عالم یا ظاہر علم رکھنے والا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ یہ مضمون و بیان صاف بتا رہا تھا کہ یہ کسی ایسے بزرگ کا لکھا ہوا ہے جو اس میدان سے اس منزل سے بذاتِ خود گزرا ہو۔ اور میرا دل گواہی دینے لگا کہ ان بزرگوں نے یہ منازل عملی طور پر ضرور طے کی ہیں۔ مضمون کے سرورق پر لکھا ہوا تھا "از فقیر نور محمدؒ سروری قادری"۔ میں نے انکی تلاش کی مگر نہ مل سکے۔ آخر کار ایک دن باطن میں متوجہ الی اللہ تھا۔ کہ خود بخود تشریف لے آئے (باطن میں) ان کا مکمل ایڈریس بھی مجھے گھر بیٹھے بیٹھے مل گیا۔ بغیر کسی سے پُوچھے ہوئے۔ چنانچہ میں نے پورا ایک دستہ کاغذات کا لیا۔ اور سارے کا سارا دستہ اپنی تمام کیفیات، واقعات، واردات لکھ کر جناب حضرت فقیر نور محمد صاحب

آدمی اگر نفس کے چوتھے درجے (نفسِ مطمئنہ) کو پالے تو آدمی سے انسان بن جائے گا۔

؎ آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا!

کے نامِ گرامی بر مقام کلاچی صوبہ سرحد روانہ کر دیا۔ جواب آیا۔ آپ نے فرمایا اِس گئے گزرے زمانے میں جبکہ سخت قحط الرجال ہے۔ اتنی سی تڑپ رکھنا بھی غنیمت ہے۔ میں آپکو بخوشی قبول کرتا ہُوں۔ (حالانکہ آپ بھی جلد جلد کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے آپ کے صرف گنتی کے چند مُرید تھے۔ اُن کا شیوہ بھی نہایت ہی گمنامی کا تھا) مضمون کے نیچے یہ شعر لکھا ہُوا تھا۔ اِس شعر نے مجھے نہایت ہی پُر سکون و مطمئن کر دیا۔

؎ شکر للہ کہ نہ مُردیم، و رسیدیم بدوست
آفریں باد بریں ہمّتِ مردانۂ ما!!

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم مرنے سے پہلے پہلے زندگی میں اپنے دوست تک پہنچ گئے ہیں۔ لوگوں کو ہماری اِس ہمت وجرأت ومردانگی پر ہمیں مبارکباد دینی چاہیے۔ (ہم تو سلام بھی کرتے ہیں اور مُبارک باد بھی کہتے ہیں۔)

اِس کے بعد میں خود کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں صُوبہ سرحد میں آپکی خدمت میں روانہ ہوگیا۔ کلاچی پُہنچا۔ گھر گیا۔ دستک دی۔ آپنے خود دروازہ کھولا۔ تو دیکھا کہ آپ وہی بزرگ ہیں جو نماز پڑھتے وقت مجھے ملے تھے۔ دِل اور بھی مطمئن ہوگیا۔ عصر کی نماز ہم نے اکٹھے [illegible] مسجد میں۔ آپ نے علمِ تصوّف پر بات کرنا شروع کی تو کچھ لفظ انگریزی کے بھی استعمال کئے۔ کچھ عربی کے۔ کچھ فارسی کے باقی اُردو کے۔ بڑی شُستہ زبان میں گفتگو فرمائی۔ بہت نرم کلامی کرتے تھے۔ چہرے پر اُنکے بھی مسکراہٹ تھی اور میرے

تیسرے نفس ملہمہ سے الہام جاری ہوتا ہے جسکی کلید بھی الگ ہے الہام جاری ہونیکا طریق کار بالکل مختلف نوعیت کا ہے

چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔ رات وہیں گزری۔ ناشتہ کے بعد میرے پاس تشریف فرما ہوگئے۔ مجھے پوچھنے لگے کیسے آئے ہیں۔ میں نے عرض کی آپ کو معلوم ہے۔ آپنے دوبارہ چند منٹ گفتگو کے بعد پوچھا کس غرض سے آئے ہو۔ میں نے پھر وہی عرض کیا۔ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ پھر گفتگو جاری ہوگئی۔ چند منٹ بعد پھر پوچھا۔ کیسے آنا ہوا؟ میں نے پھر وہی عرض کیا۔ آپ مجھ سے زیادہ میرے حال سے واقف ہیں۔ اس پر آپ بالکل خاموش ہوگئے اور چند منٹ کیلئے بالکل متوجہ ہوکر آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئے۔ (اسمیں آپ کی غرض یہ تھی کہ آپ حضور رسول اکرمؐ سے میری قبولیت یا نا قبولیت کیلئے حکم اور منظوری لینا چاہتے تھے) ابھی آنکھیں بند ہی تھیں آپکی کہ آپ نے بند آنکھوں کے دوران ہی میری طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ کی طرف بڑھا دیا۔ یوں آپ نے مجھے بیعت فرمایا۔ آپ نے فرمایا سب کچھ "ایک دم لینا چاہتے ہو یا آہستہ آہستہ" میں نے عرض کیا۔ نہ ایک دم لینا چاہتا ہوں، نہ آہستہ آہستہ۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہوجائے کہ میرا رہنما کامل ہے۔ مکمّل ہے۔ اکمل ہے۔ جامع نورالہدیٰ ہے۔ آپ یہ بات سنکر بہت خوش وقت ہوئے۔ اور نہایت شفقت سے فرمایا...... اچھا تو پھر یوں کرنا۔ آپ مجھ سے متفق رہنا۔ اور میں آپ سے متفق رہوں گا۔ تو کام جلد از جلد بن جائیگا۔ نیز آپ نے ایک خاص نکتہ بیان فرمایا کہ مرید کا تصور و تفکر، اور پیر کی توجہ اور تصرف جب ایک نکتہ پر متحد ہوجائیں تو فوراً توجہ پڑ جاتی ہے اور باطنی رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔

عُمر گزری ہے اسی دشت کی پیمائی میں!

رُوحانیت میری غذا تھی نہ کہ مشقت، زُہد محنت و ریاضت

نیز آپ نے فرمایا "مُرید کی کوشش اور پیر کی کشش جب ایک مرکز پر مرتکز ہو جائیں، تب بھی یکدم توجہ پڑجاتی ہے اور باطنی رابطہ قائم ہوجاتا ہے۔"

زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے یہ عارفانہ کلام سُنا تو میرا دل وجدانی کیفیت اختیار کرگیا۔ اور عش عش کر اُٹھا۔ آپ کو تصوّف کے باطنی نہایت باریک، نہایت دقیق نکات کھولنے کا اتنا شوق تھا کہ آج تک اس بھری دُنیا میں میں نے کسی میں نہیں دیکھا۔ ہر بات کو جدید روشنی میں بیان فرماتے تھے۔ سب سے پہلی مرتبہ میں نے جب تصنیف عرفان پڑھی (آپکی تصنیف) تو کہا کہ اچھی لکھی ہے۔ پھر جب دُوسری مرتبہ پڑھی تو دل نے کہا بہت ہی اچھی لکھی ہے۔ تیسری مرتبہ پڑھی تو بے اختیار مُنہ سے یہ بات نکل گئی کہ اس جیسی تصنیف دنیا میں اور کوئی موجود نہیں۔ یہ لاثانی ہے۔ اور عرفان کی قدر و منزلت میرے دل سے مرنے کے بعد بھی نہ جائیگی۔

بالکل اسی طرح اس بندۂ ناچیز کی طبیعت بھی بہت ہی مشکل پسند واقع ہوئی ہے کیا آپ کو معلوم ہے کہ عرفان جیسی لاثانی اور جامع ومکمل تصنیف کے بعد علم تصوّف پر قلم اٹھانا کتنا دشوار و مشکل تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ شاہد حال ہے۔ کہ مجھے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہ کوئی رکاوٹ، نہ مضمون آفرینی میں کوئی دقت، نہ کوئی سوچ نہ غور۔ نہ تردد نہ فکر۔ دن رات قلم زن ہوں۔ نہ روٹی کی پروا، نہ آرام کا خیال، یہ تینوں کتابیں تقریباً ۲ ماہ میں اس ناچیز نے بالکل مکمل کردیں۔

اگر باطنی پرواز درکار ہے تو استغراق بازاویۂ نگاہ حاصل کیجئے

مزے کی بات یہ کہ میرے سامنے نہ کوئی اور کتاب رکھی ہوئی ہے۔ نہ کسی کا کوئی بھی خیال یا مضمون یا موضوع چرادی کیا ہے۔ نہ کسی کتاب سے کوئی بات نقل کی ہے۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تو پھر ان تصانیف کے تصنیف کرنیکا کیا فائدہ ہوتا۔ اور پھر یہ آپ کو کیا نفع پہنچا سکتی تھیں۔ نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ تینوں تصانیف میں جو کچھ لکھا ہے درحقیقت میری آپ بیتی ہے۔ اور یہ تمام علوم اور اُن کے تمام زاویے۔ نگاہ کا ارتکاز، تجلیات عالم ناسُوت سے لامکان تک، مقاماتِ الٰہیہ کے باطنی اسماء الٰہی سے مرقوم باطنی بُجنّے، لطیفۂ رُوح، لطیفۂ قلب کا باطنی اجراء، باطنی نظر قائم کرنے کے تمام اصُول و قواعد یہ ناچیز بندہ چھٹی جماعت سے لیکر دسویں جماعت تک پھر پاکستان بننے کے بعد ۲ سال کے اندر اندر مرتب مدوّن و مقرر وضع کرچکا تھا۔ اسلئے ان تصانیف کا علم خود پکار پکار کر بتلائیگا۔ کہ علمی باتیں نہیں بلکہ سراسر عملی، تجربہ شدہ مستقل، پائیدار ہیں۔ نظارے بدلتے جائیں گے۔ نظریں بدلتی جائیں گی لیکن یہ اصُول و قواعد تصوّف جو وضع کردیئے گئے ہیں، ہرگز ہرگز نہ بدلیں گے۔

میں دُور نکل گیا۔ میں مُرید کی کوشش اور پیر کی کشش کی بات کر رہا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اس ناچیز کو کچھ راز کی باتیں بتائیں اور رخصت کی اجازت دی۔ ساتھ ہی میں نے سُلطان صاحب کے رسالہ رُوحی کی زکوٰۃ کی اجازت چاہی جو مجھے مل گئی۔ اور میں اپنے گھر کو واپس روانہ ہوا۔

حضرت فقیر صاحب قدس سرّہٗ کے حضور سے گھر آکر سب سے پہلے میں نے رسالہ رُوحی کی زکوٰۃ دی۔ رسالہ رُوحی چار پانچ صفحات کا رسالہ ہے۔ جسکے ایک دفعہ پڑھنے میں تقریباً سات منٹ سے لیکر ۱۰ منٹ تک صرف ہوتے ہیں۔ اور سات دن کی زکوٰۃ ہے ستّر مرتبہ

"الحمد للہ رب العالمین و سلام علی المرسلین"

روزانہ پڑھا جاتا ہے۔ جب مجھے پڑھتے ہوئے چوتھا روز ہوا تو دل کافی پریشان ہوا تو عشاء کے بعد مجھے آواز آئی باطن میں کہ کیوں پریشان ہوتے ہو۔ تمہارا نام جناب سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہٗ نے اپنے رجسٹر میں درج فرمالیا ہے۔ اب پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ دل کچھ مطمئن ہوا۔ چھٹے روز دوران ذکوٰۃ رات کو بیٹھے بیٹھے میں نے دیکھا کہ ایک تخت مرصع و مسبح آسمان سے آہستہ آہستہ اتر رہا ہے۔ جس پر سبز رنگ کا نہایت چمکدار پردہ لٹک رہا ہے۔ تخت پر بذات خود جناب سلطان باہو قدس سرہٗ جلوہ افروز ہیں۔ تخت بالکل میرے قریب آکر ہوا ہی میں معلق و ساکن ہو گیا۔ آپ نے نظر کرم اس عاجز پر فرمائی۔ اور فیضیاب فرما کر تخت پھر دوبارہ خلاؤں میں گم ہو گیا۔ یوں یہ ذکوٰۃ بطریق احسن انجام پذیر ہو گئی۔ اس رسالہ روحی میں جناب سلطان العارفین نے ایک پختہ وعدہ فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔

"کہ اگر کوئی ولی واصل رجعت کھا کر اپنے باطنی مرتبے سے گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس رسالہ روحی کو اپنا وسیلہ بنائے اور اس پر عمل کرے اگر میں اسے دوبارہ اسی مرتبہ پر نہ پہنچاؤں تو مجھے بھی قسم ہے۔ اور اگر تو اس کا وسیلہ نہ پکڑے تو تجھے بھی قسم ہے۔ اور اسکے چند ہی روز بعد باطن میں میں نے ایک مزار پر دعوت پڑھی۔ روحانی بہت ہی زبردست نکلا اور جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ عین اسی وقت فقیر نور محمد صاحب قدس سرہٗ میرے اور اس روحانی کے درمیان آگئے۔ لیکن روحانی پھر بھی باز نہ آیا۔ تا آنکہ روحانی اور آپ (فقیر صاحب) میں بالکل ننگی تلواروں سے جنگ شروع ہو گئی۔ کافی دیر دونوں کی جنگ جاری رہی اور میں قریب کھڑا دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ روحانی زیر ہو گیا۔ اور غلام ہو گیا۔ اور مجھے کلید دعوت عطا ہو گئی۔ اسکے بعد پھر کبھی کسی روحانی

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی!

نے مجبور پایا میرے سامنے ہاتھ نہیں اٹھایا۔

ہر سال سُورۃ مزمّل کی زکوٰۃ بھی دیتا تھا۔ یہ زکوٰۃ ۵ صد مرتبہ روزانہ اور پانچ روز کی ہے۔ باطن میں باطنی مؤکلات نے میرا بہت مقابلہ کیا لیکن سب نے شکست کھائی۔ اور میں کامیاب رہا۔ پھر اسکے بعد کبھی کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ اس کی کلید و اجازت بھی مجھے حاصل ہوگئی۔

مخزن الاسرار و سلطان الاوراد (تصنیف جناب حضرت فقیر نور محمدؒ سروری کلاچوی قدس سرہٗ) کے تمام وظائف کی ظاہری و باطنی اجازت بطورِ خاص آپ نے اس عاجز کو عطا فرمائی۔ الحمدللہ۔

مجھے اب ایک سال ہوگیا تھا بیعت ہوئے کہ انہی دنوں عاشورۂ محرم آیا تو میں دربارِ سلطان صاحب گیا۔ آپ فقیر صاحب بھی وہاں تشریف لائے۔ آپکا حجرہ لنگر خانے کے دروازہ سے بالکل متصل بائیں جانب ہوتا تھا۔ آپ کے اس وقت بھی صرف چند ہی مُرید ہوتے تھے۔ آپ ہر کس و ناکس کو بیعت نہ فرماتے تھے۔ تنہائی اور گمنامی آپ کا شیوہ تھا۔

اسی بابرکت حجرہ میں روزانہ چھوٹی چھوٹی تصوّف کے مسائل پر مجالس بھی منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ میں متواتر ۲ ؛ ۳ روز سے حضرت فقیر صاحب کو پنکھا جھلاتا رہا۔ یہ پنکھا دستی تھا۔ بجلی تو تھی نہیں اُن دنوں میں موسم گرمی کا تھا۔ تیسرے روز آپ نے فرمایا۔ تم تھک جاؤ گے۔ اب پنکھا کرنا بند کردو۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں حضور کوئی بات

مُبتدی کے لئے زیادہ کھانا کھا کر متوجہ ہونا استغراق کے حصول میں دِقت پیدا کرتا ہے!

نہیں. اور پنکھا بدستور جھلاتا رہا. تاہم چند ہی منٹ بعد میری کلائی میں درد ہو گیا اور ہاتھ اکڑ گیا. میں نے کلائی پر کس کے رومال باندھ لیا. اور پنکھا بدستور کرتا رہا. آپ نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ تھک جاؤ گے. اب بس کرو. تاہم دھیمی رفتار سے پنکھا چلتا رہا. اس محفل میں ایک سوال میں نے بھی حضور سے کیا. میں نے عرض کی. حضور جب ایک پیر کسی پر توجہ ڈالتا ہے تو اس توجہ کا دوسرے آدمی کو فوراً پتہ چل جاتا ہے. کہ نہیں. آپ نے فرمایا اگر وہ آدمی صاحب استعداد ہے تو فوراً پتہ چل جائیگا توجہ ڈالنے کا. اگر وہ صاحب استعداد نہیں تو اُسے توجہ کا کچھ پتہ نہ چلیگا. میں نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا. اور حلقہ سے اٹھ کر دیوار کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا. پنکھا جھلانا بند ہو گیا. اور سر کو جھکا لیا. منہ پر جو مسکراہٹ تھی میرے. وہ غائب ہو گئی. اس کی جگہ اداسی نے لے لی. اور میرا دل یوں مجھ سے باتیں کرنے لگا. پھر ہم تو ٹھہرے بے استعداد. ہم میں تو استعداد ہے ہی نہیں. پھر ہمیں توجہ کا کیسے پتہ چلے گا. ہم کیونکر مرشد سے فیض حاصل کر سکیں گے. ہم کیونکر مرشد سے باطنی رابطہ قائم کر سکیں گے. میں اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا. اور اسی دن حاضری کا آخری دن تھا. میں آپ سے جدا ہو کر فیصل آباد آ گیا. عشاء کی نماز پڑھ کر سونے کے لئے چار پائی کی طرف بڑھا. لیکن حسب معمول چارپائی پر متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھ گیا. جب میں عالم استغراق کیطرف بڑھا تو ظاہری حواس بند ہو گئے. اور باطنی حواس کھل گئے. اسی عالم میں میں نے دیکھا کہ دُور سے دو آنکھیں میری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہیں. صرف دو آنکھیں ہی تھیں ساتھ چہرہ نہ تھا. بالکل ایک دوسرے

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے؟

مبتدی کم سوئیگا تو حواس خمسہ ظاہری کے بند کرنے میں زیادہ مدد ملتی ہے۔

کے متوازی جیسے چہرہ پر نصب ہوتی ہیں۔ اور قریب ہوتی چلی گئیں۔ اور نزدیک آتی گئیں حتیٰ کہ میرا اور آنکھوں کا فاصلہ صرف ۲ فٹ کا رہ گیا۔ تو میں نے آنکھوں کو سو فیصد پہچان لیا۔ اوہو یہ تو حضرت فقیر صاحب کی آنکھیں ہیں۔ ۶ انچ اور قریب ہوئیں تو میری آنکھیں جب اُن کی آنکھوں سے چار ہوئیں تو یہ آنکھوں کا چار ہونا (آپس میں نظروں کا ملنا) میرے لئے قیامت خیز ہو گیا۔ یکدم مجھ پر ایک شدید توجہ پڑی اور آنکھیں غائب ہو گئیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میرے اندر کوئی نہایت طاقتور چیز داخل ہو گئی ہے اور میرا سینہ آتشِ عشق سے سلگ اٹھا۔ اور سارا جسم اسکی لپیٹ میں آگیا۔ اسکے بعد میں نہایت ہی بیکل ہو کر چارپائی پر گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں کہ شہر کی گلیوں میں بے تحاشا دوڑا پھرتا ہوں۔ سینہ پر سے گریبان کے بٹن میں نے کھول دیئے اور ساتھ ہی ادھر اُدھر گلیوں میں بے تحاشا دوڑتا پھر رہا ہوں۔ حتیٰ کہ شہر ختم ہو گیا جنگل شروع ہو گیا۔ جنگل میں بھی دوڑا پھرتا ہوں آگے ہی آگے۔ تاآنکہ ایک حجرہ عین جنگل کے درمیان میں نے پایا۔ میں حجرہ کے دروازہ پر گیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں دروازوں یعنی دروازہ کے دونوں کیواڑوں پر رکھدیئے اور نہایت آہستہ سے سارا دروازہ مکمل طور پر کھول دیا۔ میں نے اندر دیکھا کہ سامنے حضرت فقیر صاحب آنکھیں بند کئے ہوئے مراقبہ میں بیٹھے ہیں میرے کیواڑ کھولتے ہی آپ نے بھی آنکھیں

مُبتدی کا زیادہ سونے کے بعد مراقبہ یا مشاہدہ جاری نہیں ہوتا

کھول دیں۔ میں اندر داخل ہو کر آپ کے رُوبرُو کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سر سے لیکر پاؤں تک میرا جائزہ لیا۔ آپنے محسوس کیا کہ جو چیز میں نے اسکے اندر داخل کی ہے اُسے یہ (یں) برداشت نہیں کر سکا۔ لہٰذا آپ نے وُہ طاقت واپس لینے کے لئے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اوپر اٹھائے۔ کہ یا اللہ یہ طاقت اس سے واپس ہو جائے۔ عین اس کے ساتھ ہی۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں حضور یہ بات نہیں ہے کہ جو نعمت میرے اندر داخل کی گئی ہیں۔ اسے برداشت نہیں کر سکا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ وہ نعمت میں نے بخوبی اپنے اندر جذب کر لی ہے۔ اور بالکل بھی آپلے سے باہر (OVER POWER) نہیں ہُوا۔ بلکہ میں تو اس خوشی میں دوڑا پھر رہا ہوں کہ ساری زندگی میں میں نے پہلی دفعہ کسی کو صاحب توجہ پایا ہے۔ بس اس خوشی میں لرزاں ہُوں۔ نعمت جو مجھ میں داخل ہوئی اسکو میں بخوبی جذب و برداشت کر گیا ہوں۔ عین اسکے ساتھ ہی آپ نے اپنے اٹھائے ہوئے ہاتھ واپس کر لئے۔ اور وُہ نعمت مجھ سے واپس نہیں لی۔ پھر اسکے بعد آپ نے کبھی دنیا میں کسی کو کسی پر عاشق ہوتے دیکھا ہے مجازی طور پر۔ میں اُن پر نہایت ہی شدت کیساتھ فریفتہ ہو گیا۔ کبھی ہاتھ چومتا ہوں۔ کبھی ریش مُبارک چُومتا ہوں۔ کبھی پیشانی چُومتا ہوں اس طرح دنیا میں میں نے کسی کو کسی پر فریفتہ ہوتے نہیں دیکھا۔ میری زندگی میں کسی صاحب توجہ سے فیضیاب ہونے کا میرا یہ دوسرا دن تھا۔ پہلا دن وُہ تھا جبکہ بچپن میں جناب حضرت فقیر حیات محمد صاحب قدس سرہٗ (برادرِ حقیقی) نے مجھ پر توجہ ڈالی تھی جس سے میرا قلب جاری ہو گیا تھا۔ میں بچپن کے حالات زندگی میں بیان کر آیا ہُوں پیچھے وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

اس کے بعد فقیر صاحب نے بہت جلد مجھے باطنی طور پر جناب حضرت سلطان باہوؒ قدس سرہٗ کی باطنی مجلس میں پیش کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ قبر کی جگہ جناب سلطان العارفین علانیہ بیٹھے ہوئے ہیں اور اُن کے قریب ہی آپ کے والد صاحب جناب حضرت محمد بازید قدس سرہٗ علانیہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں پہلے جناب سلطان العارفین قدس سرہٗ کے بالکل قریب بیٹھا۔ میرا گریہ جاری ہو گیا۔ اور پھر آپ کے والد محترم قدس سرہٗ کے عین چہرہ کے بالکل قریب بیٹھا۔ جناب سلطان صاحب قدس سرہٗ کے سر پر مغلیہ سلطنت کے بادشاہوں جیسی پگڑی تھی۔ داڑھی مبارک عین شریعت محمدیؐ کے مطابق، رنگ سانولا تھا۔ ساتھ ہی ایک جگہ پر حضرت فقیر صاحب آنکھیں بند کر کے متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھے تھے۔ پھر اسکے بعد جب میں ظاہر میں فقیر صاحب سے ملا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ باطن میں تو آپ کا چہرہ جسم بہت توانا اور جوان تھا حالانکہ آپ اس وقت ظاہر میں ضعیف ہیں۔ ۸۰ برس کی عمر تھی اس وقت آپ کی۔ آپ نے فرمایا۔ میرا ایک باطنی جُثہ ہمیشہ دربارِ سلطانی میں حاضر رہتا ہے۔ باطنی جُثے ہمیشہ اپنی پوری آب و تاب سے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

تفسیر : آپ کا ایک باطنی جُثہ دربارِ سلطانی میں۔ دوسرا باطنی جُثہ حضور صلعم کی حضوری میں۔ تیسرا باطنی جُثہ حضرت غوث پاک کی حضوری میں چوتھا باطنی جُثہ واصل باللہ مقام ھاھویت میں پانچواں باطنی جُثہ حضرت علی کرم کی حضوری میں الغرض انسان کے وجود میں سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاتعداد باطنی جُثے ہوتے ہیں۔ جو بیک وقت ہر جگہ اپنا ظہور فرما سکتے ہیں۔ اسی لئے جناب حضرت حیات محمد صاحب مقام فقر و مقام ہو، بقا باللہ نے بھی حج کے موقع پر فرمایا کہ میرا ایک باطنی جُثہ کعبۃ اللہ میں اور دوسرا باطنی جُثہ مسجد نبوی صلعم میں تیسرا حضرت غوث الاعظم چوتھا حضرت علیؓ کی حضوری میں پانچواں مقام توحید میں ہمیشہ حاضر اور مستغرق رہتا ہے

اب مجھ سے پتھر کے شیطانوں کو کنکریاں نہ مرواؤ۔

شانِ بشر کیا ہے: ایک رات باطن میں میں نے دیکھا کہ دُور سے ایک گیس جیسی روشنی کی شعاعیں میری طرف آرہی ہیں۔ میں اس روشنی کیطرف چل پڑا۔ جب قریب گیا تو حیران رہ گیا۔ یہ تو فقیر صاحب ہیں۔ اور آپ کی پیشانی پر تقریباً ایک فٹ نصف قطر کا سُورج بنا ہُوا ہے۔ اس سُورج کے اردگرد بارہ چودہ چار خانے بنے ہوئے ہیں۔ چار خانوں کے باہر پھر روشنی کے مختلف دائرے بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ مل کر تقریباً ڈیڑھ فٹ کا نصف قطر کا دائرہ بنا ہُوا ہے۔ اس آفتاب باطنی کی روشنی میلوں دُور دُور تک جارہی ہے۔ یاد رہے یہ سب کچھ آپکی پیشانی مبارک پر بنا ہُوا تھا۔ چہرہ اس سے بالکل الگ تھا۔ میں حیران تھا کہ اتنا بڑا آفتاب پیشانی پر کیسے آگیا۔ لیکن درحقیقت یہ سب کچھ تھا اور چہرہ الگ تھا۔ ابھی اثنا میں آپ اُٹھے اور مجھے ساتھ لیکر دربار سلطان صاحب کے اندر چلے گئے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ: میری آپ سے رفاقت تقریباً دس برس رہی بہت کچھ دیکھا۔ تھوڑا بیان کیا ہے۔ تاآنکہ آپ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ اس وقت سے لے کر آجتک برابر رہنمائی حاصل ہے بعد میں بھی ہزاروں باطنی واقعات دیکھے۔ ہر وقت آپ کی رہنمائی حاصل رہی اور ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

کلاچی شریف میں جودہ دربار میں آپکی مزار کی تبدیلی: آپ کلاچی شریف مدفون ہوئے۔ کمرہ کچا تھا۔ پھر اسکے بعد پختہ دربار بنا تو مزار ایک کونے میں رہ گیا۔ مزار کو کمرہ کے عین وسط میں لانے کے لئے صندوق مبارک کو دوبارہ نکالنا پڑا۔ مجھے بر موقع دعوت دی گئی۔ لیکن میں جا نہ سکا۔ جب صندوق مبارک کی جگہ کو کھودنے لگے تو عین اُسی رات میں دیکھتا ہُوں کہ آپ

میرے پاس تشریف لے آئے۔ اور متواتر کئی دن رات میرے پاس رہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت صاحب تو اتنے روز میرے پاس کبھی رہتے نہیں۔ اب کے کیا بات ہے۔ کوئی بات ضرور ہے۔ اس کے بعد آپ نے خود ہی فرمایا (یہ صرف ۲ سال کی بات ہے) اُدھر کلاچی میں میرے صندوق کو نکال رہے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ چلو یہ یہاں میرے صندوق کو نکالتے رہیں ہم ڈاکٹر نور محمدؐ کے پاس چل کر اتنے دن رہتے ہیں۔ اب وجہ میری سمجھ میں آئی۔ میں نے نہایت ہی زرق برق چادروں والا بستر آپ کے لئے بچھا دیا۔ اور بہت دن آپ کی صحبت میں رہا۔ زندگی میں میری کئی حسرتیں خدمت کرنے کی رہ گئی تھیں۔ جن کی کوتاہی پر میں بار بار کفِ افسوس ملتا رہتا تھا۔ وُہ بھی سب آرزوئیں میں نے پوری کیں۔ یہ سارا باطنی معاملہ روزِ روشن کیطرح عین لبعین، ہُوبہُو تھا۔ اس کے بعد آخری روز آپ نے فرمایا کہ اب انہوں نے میرا صندوق دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔ تو میں نے بہت سی چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ یاد رہے کہ آپ کا صندوق مُبارک پُورے سات روز قبر سے باہر رکھا رہا تھا۔ چُونکہ ایک نیا بڑا صندوق بنوایا گیا۔ بڑے صندوق میں پہلے صندوق کو ڈال کر اُوپر سے بند کر کے دوبارہ دفن کر دیا گیا۔

فنافی الشیخ: یاد رہے باطن میں فنا کے تین درجات ہوتے ہیں۔ (۱) فنافی الشیخ (۲) فنافی الرسولؐ (۳) فنافی اللہ۔ ان میں سے فنافی الشیخ کی تھوڑی سی جھلک دیکھ لیجئے اور باقی کو اسی طرح قیاس کر لیجئے۔

ایک رات باطن میں میں دیکھتا ہُوں۔ کہ صبح صادق جیسا سہانا وقت ہے میں نے دیکھا ایک درخت کا بہت بڑا تنا بغیر پتّوں کے آہستہ آہستہ آسمان سے نیچے آ رہا ہے۔ قریب آیا تو دیکھا اس تنے پر ہزاروں چھوٹے بڑے پرندے بیٹھے ہیں۔ در حقیقت یہ باطنی نورکلات کی مثالی صُورتیں تھیں۔ اور حاضراتِ اسمِ اللہ ذات میں سے

ع باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا!

مبتدی کے لئے دن کی بجائے راتکو متوجہ ہونا زیادہ بہتر ہے

آثاری وعیانی حاضرات کی مختلف اقسام میں سے تھیں۔ یہ تمام بعد پرندوں کے مین میری چھت پر نہایت آہستگی سے اتر کر ٹک گیا۔ میں دوڑا چھت پر گیا تو پرندے فوراً اڑ گئے لیکن ایک بڑا پرندہ سفید براق میرے ہاتھ آ گیا۔ اور اس پرندے کو نیچے لا کر میں نے ایک پنجرے میں بند کر دیا۔ دروازہ پنجرے کا مقفل کر دیا۔ (یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس معرکہ میں میں کامیاب ہو گیا ہوں) مین اسی حالت میں کئی کمرے سامنے موجود تھے ان میں سے میں ایک کمرے کا دروازہ کھولتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے مزار مبارک حضرت فقیر صاحب ہے۔ آپ بجائے مزار کے مزار کے بالکل اوپر بالکل علانیہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور سماں نہایت کیف آور بنا ہوا ہے۔ میں بالکل آپکے رو برو کھڑے ہو کر یہ کچھ کہتا ہوں۔ ؎

میں تجھ میں ایسا سما جاؤں کہ میں، میں نہ رہوں
تو مجھ میں ایسا سما جائے کہ تو ہی تو ہو جائے!

مین اسکے ساتھ ہی میرے جسم سے ایک باطنی لطیف جثہ نکلا اور یہ جثۂ لطیف آپ کے جثۂ لطیف کے ساتھ مین متحد، متصل اور واصل ہو گیا تو اسکے ساتھ جب دونوں جثے آپس میں ملے تو ایسی آواز آئی جیسے یکدم دہکتے ہوئے کوئلوں پر اگر ٹھنڈا پانی ڈال دیا جائے تو جو آواز اس وقت آتی ہے مین اسی طرح کی آواز کیساتھ دونوں جثے آپس میں واصل ہو گئے۔ اور میرا باطنی جثہ آپ کے باطنی جثہ میں مل کر بے نام ونشان ہو گیا۔ لیکن آپ کا جثہ برقرار رہا۔ اسے اصطلاح تصوف میں مرتبۂ فنائی الشیخ

کچھ یاران طریقت کے ضمن میں

کہتے ہیں.

قارئین کرام، واقعات بہت ہیں. تھوڑے لکھے کو زیادہ سمجھئے۔ اور میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں. ایسے کامل لوگ دنیا میں باربار نہیں آیا کرتے. اور نہ بار بار ملا کرتے ہیں عہ

ہر روز حسینوں کا دیدار نہیں ہوتا

ہوتا ہے مگر یوں سرِ بازار نہیں ہوتا

جنابؒ الحاج محمد علی صاحبؒ:

قارئین کرام: مندرجہ ذیل صفحات میں میں اپنے اُن بھائیوں، دوست واحباب کا ذکر کر رہا ہوں جن کی باطنی نظر مُرید ہونے سے سالہا سال قبل کھل چکی تھی. نظر پر کسی کی کوئی قید و بند نہیں. جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے. باطنی پرواز پر کسی کی کوئی پابندی نہیں. جیسا کہ کامل لوگوں کا خیال ہے کہ سب کچھ بس بنا بنایا ہی ہیں ملے میری اپنی ساری زندگی اس پر دلیل کی حیثیت رکھتی ہے. اور میرے سب کے سب ملنے والے مُرید ہونے سے قبل ہی اہل نظر باطنی ہو چکے تھے. ان میں جناب حلجی محمد علی صاحب ساکن منڈی سکھیکی ضلع گوجرانوالہ بھی ہیں. آپ کا ابھی تک کوئی پیر نہیں ہے (۱) آپ جب رات کو لیٹتے ہیں تو آسمان سے زمین تک عین آپ کے قلب پر ایک نور کا ستون بن جاتا ہے. اس نوری ستون کی چوڑائی ۱½ فٹ کے قریب ہوتی ہے اور لمبائی آسمانوں تک لامحدود ہوتی ہے. (۲) ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ بہت سے فوارے لگے ہوئے ہیں جن میں سے انوار کی پھوار ہر جگہ کو منور کر رہی ہے. (۳) آپ جب مجھے ملے تو باطنی راستے کے تمام قوانین اس بندہ نے آپ کو بتائے. اسکے چند ہی دنوں بعد آپ کی باطنی نظر کھل گئی اور بالکل ظاہری آنکھوں سے تجلیات کا الحم

مبتدی کے لئے استغراق کے وقت کمرے میں اندھیرا ہونا بہتر ہے

نشر ح نزول شروع ہو گیا جو آج تک جاری ہے (۴) آپ میرے ساتھ اکثر
دربار سلطان صاحب قدس سرہٗ پر بھی جاتے ہیں۔ مزار کے سرہانے ایک طرف میں
بیٹھتا ہوں اور دوسری طرف آپ بیٹھتے ہیں۔ جتنے روز ہم وہاں رہتے ہیں ہر روز
ایک دو مشاہدے عین قبر کے نزدیک بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔ ایک دن باطنی اسم اللہ
ذات روشن متجلی و تاباں بھی باطن میں اپنی پوری آب و تاب کیساتھ متجلی ہو گیا۔ اور
یہ بڑی بنیادی بات ہے۔ نیز حضور سلطان باہو قدس سرہٗ مزار سے باہر نکلے اور آپ
سے بغلگیر ہو گئے۔ اور ساتھ ایک اور بزرگ قبر سے برآمد ہوئے تو لڈوؤں کا ایک ڈبہ آپکے
ہاتھ میں تھما کر مزار ہی میں غائب ہو گئے۔ (۵) اکثر آپ مثنوی مولینا رومؒ پڑھتے ہیں
تو جب بیٹھتے ہیں تو ہو بہو وہی شعر فلم کی صورت میں دوبارہ آپ کے سامنے باطن
میں نمودار ہو جاتے ہیں۔ (۶) آپ کو باطن میں کئی بزرگ ملے جنہوں نے آپکو باطنی طور
پر الحمد شریف مؤثر طریقہ سے پڑھائی۔ اور کئی ایسے بزرگ باطن میں ملے جنہوں نے باطنی
وضو کرنا بتایا۔ اور اب جب میں نماز پڑھتا ہوں تو باطن میں وہی نماز فرصت کے اوقات
میں عالم باطن میں دہرائی جانے لگتی ہے۔ (۷) حضور رسول اکرم صلعم کے دربار میں۔
میں (آپ) (یعنی جناب حاجی محمد علی صاحب) باطن میں متوجہ الی اللہ تھا کہ باطنی
پرواز جاری ہو گئی۔ بہت سفر کے بعد ایک دروازہ آیا۔ میں اندر داخل ہوا تو دیکھا
کہ سامنے ایک تخت مرصع مزین ہے۔ ساتھ ہی ایک کرسی پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
تشریف فرما ہیں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ دیکھو لو۔ تخت مرصع پر حضورؐ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس عاجز نے حضورؐ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

مبتدی کا بند آنکھوں سے ہی استغراق حاصل کرنا بہتر ہے۔

آپ خوش وقت ہوئے اور ازراہِ شفقت اندر سے ایک گلاس شربت کا منگوایا۔ اور ساتھ ہی حضور نے فرمایا کہ جسے میں ایک گلاس شربت کا پلا دوں تو وہ ساری عمر کے لئے لا محتاج ہو جاتا ہے۔ اور وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ اسکی پیاس ہمیشہ کیلئے بجھ جاتی ہے۔ اور اس کا دل آبِ رحمت سے ہمیشہ کے لئے سیراب ہو کر سر سبز وشاداب ہو جاتا ہے۔ میں اس وقت ایک پارہ قرآن پاک کا اور ایک تسبیح لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۃ توبہ) پڑھ کر ہر روز حضور پاک صلعم وصحابہ کرام کو بخشا کرتا تھا۔ میرے دیگر احباب میں میرے ایک دوست اور بھائی جناب چوہدری رحم دین صاحب ساکن ساکھی تحصیل حافظ آباد ہیں۔ اُن کے بھی مُرید ہونے سے پہلے پہلے مندرجہ ذیل مکاشفات جاری ہو چکے تھے۔ پھر اس عاجز نے آپ کو جناب صاحبزادہ حضرت عبدالحمید صاحب کا مُرید کروا دیا۔ اور خود بے فکر ہو گیا پہلے تو میں بھی کسی کا مُرید ابھی نہ ہُوا تھا۔ لیکن جب میں حضور حضرت فقیر نور محمدؒ قدس سرہٗ کا مرید ہُوا تو میں نے جناب چوہدری رحم دین کو فقیر صاحب کی باتیں سُنائیں اور کتاب عرفان پڑھنے کو دی تو آپ کا یہ مندرجہ ذیل مکاشفوں جاری ہُوا کہ (۱) ایک رات باطن میں جناب فقیر صاحب تشریف لائے تو آپ نے اپنی نظر کیمیا اثر سے رحم دین کے دل میں تخم ریزی اسم اللّٰہ ذات فرمائی۔ اور رحم دین کو فقیر صاحب نے جناب سُلطان العارفین کے حضور دربار مقدس میں پیش کیا۔ آپ نے دیکھا کہ قبر کی جگہ آپ کا صندوق پڑا ہے۔ چار آدمیوں نے ملکر صندوق کو اٹھا کر ایک طرف رکھدیا تو دیکھا جناب سُلطان صاحب قدس سرہٗ قبر کی جگہ لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ کی سانس چل رہی ہے۔ اُوپر سفید چادر ہے۔ جس میں سے جسم مبارک صاف نظر آرہا ہے پیشانی

(جناب چوہدری رحم دین صاحب)

باطنی نظر نہیں تو نظارے بھی نہیں اور باطنی پرواز بھی نہیں !

پر پسینے کے قطرات ہیں۔ میں زمیں بوس ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی میرا قلب اسم اللہ سے جاری ہوگیا۔ پھر دل پر حق باہُو جاری ہوگیا۔ اسکے بعد قلب پر حق حق حق جاری ہوگیا۔ آخر جب پُرسکون ہوا تو دیکھا پلنگ کے بالکل ساتھ حضرت فقیر صاحب کھڑے ہیں۔ یاد رہے آپ ابھی فقیر صاحب کے بیعت نہ ہوئے تھے اور نہ ہی آپ نے فقیر صاحب کو دیکھا تھا۔ (۲) ایک دفعہ آپ نے صبح کی اذان سُنی تو اذان سُنکر بستر سے ابھی اٹھ ہی رہا تھا کہ سامنے حضور صلعم کا گنبدِ خضرا موجود پایا۔ حالانکہ میری آنکھیں بالکل کھلی تھیں۔ گنبدِ سبز پر حضور پاک کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا۔ اور اسکے ساتھ ہی ازخود میرا درُود پاک جاری ہوگیا۔ آنکھیں اب بھی کھلی ہی تھیں۔ (اسی جگہ پر میرا اس وقت قلب حرکت میں آگیا ہے مصنف) (۳) اسکے بعد مجھے خیال آیا کہ حضرت غوث پاک کی زیارت نہیں ہوئی۔ عین خیال آتے ہی حضرت غوث پاک میرے سامنے مصلے پر تلاوتِ کلام پاک میں مصروف ہیں اور میں سامنے کھڑا رو رہا ہوں۔ (۴) ایک رات باطن میں میں نے دیکھا کہ فقیر صاحب ایک ہوائی جہاز اڑا رہے ہیں اور یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اس ہوائی جہاز کے ساتھ میرا بھی غبارہ بندھا ہوا ہے۔ آپ ایک بلند مقام پر مجھ کو لے گئے نیز یہ بھی دیکھا تمام آسمان مختلف ہوائی جہازوں سے پُر و مملو ہوگیا۔ (۵) ایک رات ڈاکٹر صاحب موصُوف مصنفِ تصنیف ہذا مجھ کو باطن میں لے اُڑے جب ہم عالم ملکوت میں پہنچے تو تمام عالم ہمارے اردگرد مؤکلات باطنی و ملائکہ و فرشتے ہجوم در ہجوم جمع ہوگئے۔ (۶) ۱۲ ربیع الاوّل کی رات میں سو رہا تھا۔ ۲½ بجے تھے رات کے کہ فقیر صاحب نے مجھے جگایا اور فرمایا یہ وقت سلام و درُود پاک پڑھنے کا ہے سلام و درُود پڑھو۔ اور میں مصروف درُود و سلام ہوگیا۔ (۷) اسی اثناء میں میں اپنے گناہوں

بند آنکھوں سے استغراق حاصل کرتے ہو تو بند آنکھوں سے ہی نظر آیا کرے گا۔

کی معافی مانگتا ہوں ابھی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت حسینؓ سفید لباس میں ملبوس میرے سامنے کھڑے ہیں اور میں معافی مانگنے میں مصروف ہوں۔ (ابھی تک بھی آپ کسی کے بیعت نہ ہوئے تھے) تا آنکہ حضرت فقیر صاحب کا وصال ہو گیا۔ پھر بعد میں اس عاجز نے آپ کو جناب صاحبزادہ حضرت عبدالحمید صاحب قدس سرہٗ کا مرید کروا دیا۔

جنابِ ہدایت اللہ صاحب:

(۱) انہی صاحب کو میں غلہ منڈی میں تلقین کر رہا تھا۔ اور ایک لڑکا گندم کی بوریوں پر بیٹھا میری باتیں سُن رہا تھا اُس کا ذکر تصنیف اللہ جلّ شانہٗ میں ہو چکا ہے۔ لیکن بعد میں آپ کی بھی باطنی آنکھ کھل گئی۔ لیکن بہت مشکل سے۔ (۲) یہ کتنی حیرت کی بات ہے کہ فقیر صاحب نے جو مجھ پر توجہ ڈالی تھی۔ (دو آنکھیں سامنے آئی تھیں میرے) وہ تمام واقعہ الف سے لیکر ی تک ہو بہو بعین سارے کا سارا آپ کو خواب میں نظر آیا۔ آپ نے بتایا تو میں حیران رہ گیا۔ آپ نے مجھے بتایا کہ یہ سارا واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے کہا پھر سناؤ۔ تو آپ نے ہو بہو سو فیصد درست مجھے سنا دیا۔ تو میں حیرت میں ڈوب گیا۔ یہ واقعہ میں پچھلے صفحات میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ توجہ اور دو آنکھوں والا مکاشفہ توجہ ڈالنے سے متعلق ہے۔ (۳) آپ فرماتے ہیں کہ ایک تیمم بعد ڈاکٹر صاحب (مصنف) چند دوست کچھ مزاروں پر باطن میں فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ تو روحانیوں نے فاتحہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کو ایک طلائی مرصع پاپوش پیش کی کہ پہن لیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے پہننے سے معذوری ظاہر کی انہوں نے بہت منت سماجت کی پہننے کے لئے مگر

آپ تجلیات برہنہ دیکھنا چاہتے ہیں تو چشمِ باز نظر کو مرکوز کرنا بھی سیکھئے؛

ڈاکٹر صاحب نے نہ پہنی (یاد رہے باطن میں پاپوش کا ملنا یا پہننا بیوی ملنے کی علامت ہوتی ہے اور ڈاکٹر صاحب نے شادی کے بعد بیوی فوت ہونے پر تمام زندگی دوسری شادی نہیں کی) (۴) باطن میں میں ایسی جگہ پہنچا جہاں ہزاروں لوگ جمع تھے۔ مجھے باطنی طور پر آواز آئی کہ یہ سب لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مُریدان ہیں۔ گویا میں بھی اُن میں شامل ہو گیا۔ اسکے بعد میں ایک بس پر سوار ہوا۔ لیکن بس خراب ہو گئی اور میں نیچے اُترا تو دیکھا کہ چل نہیں سکتا۔ مجھے ایک طرف سے جناب سُلطان صاحب حضرت باہوؒ نے پکڑا اور دُوسری جانب سے ڈاکٹر صاحب نے تا آنکہ مجھے منزل مقصُود پر پہنچا کر چھوڑا (۵) مجھے ایک دفعہ باطن میں ایک باطنی خبیث جن نے آکر دبا لیا۔ اور میرا گلا گھونٹ دیا۔ باطن میں خود بخود دبی آواز سے پہلے ڈاکٹر صاحب کو میں نے پکارا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کی والدہ صاحبہ کو (آپ دن رات عبادت میں مصرُوف رہتی تھیں اور ہدایت اللہ صاحب کی والدہ محترمہ بھی دن رات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتی تھیں) پھر خود بخود سُلطان باہو قدس سرہٗ کا اسمِ مبارک میری زبان پر جاری ہو گیا۔ اسکے بعد خود بخود حضور نبی کریم صلعم کا نام از خود جاری ہو گیا اور وُہ چیز توبہ توبہ کرتی ہوئی بھاگ گئی۔ (۶) ایک دفعہ باطن میں مجھے خیال آیا کہ مجھے باطنی طور پر اصلی معنوں میں بیعت حاصل ہو تب مزا ہے پھر خیال آیا اللہ ہی ہے میرا اور کون میری مدد کریگا۔ اسکے ساتھ ہی میری باطنی پرواز شروع ہو گئی اور طوفانوں کو عبُور کرتا ہُوا آگے بڑھتا گیا تا آنکہ ایک جگہ پانی نے میرا راستہ روک لیا۔ لیکن ایک غیبی طاقت نے مجھے ہوا میں اڑا کر اس پانی کو عبُور کروا دیا۔ اور آگے چلا تو دیکھا کہ حضرت فقیر نور محمدؒ کلاچوی قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں آپ کا

ظاہری آنکھوں سے نظر متکز کرنے سے تجلیات برہنہ شروع ہو جاتی ہیں۔

چہرہ مبارک سُرخ و سفید اور داڑھی مبارک بھی سُرخ تھی۔ چُنانچہ فقیر صاحب قدس سرہ' نے نہایت شفقت سے آپ کو دستِ بیعت فرمایا۔ اور فیضیاب فرمایا۔ (۷) ایک رات میں اپنے کمرہ میں لیٹا ہُوا تھا کہ لحاف میں سے ہی مجھے باہر نظر آنے لگا۔ اس کے بعد لحاف کو میں نے منہ سے بھی اُتار دیا۔ تو دیکھا تمام کمرہ روشن ہے۔ جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے۔ ابھی اثنا میں ایک بہت ہی حسین عورت میرے سامنے آئی اور میری طرف متوجہ ہونے لگی تو میں نے بازوؤں سے پکڑ کر اسقدر زور زور سے زمین پر پٹکھنا شروع کر دیا کہ اس کا قلودا نکل گیا۔ اور پھر بھی مارتا رہا تا آنکہ وہ ریزہ ریزہ ہوگئی پھر ایک بالٹی پانی کی اس پر ڈال کر میں نے اُسے نالی میں بہا دیا۔ (واقعی طبیعت آپکی ایسی ہی تھی۔ آپ بات بھی نہایت پختہ فرماتے ہیں) (۸) باطن میں ایک دفعہ خیال آیا میرا اس دُنیا میں کون ہے۔ کون میری مدد کریگا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اس کے ساتھ ہی میں دیکھتا ہُوں کہ از خود میرا قلب جاری ہوگیا۔ اور خود بخود بلا ارادہ زور زور سے بلند آواز میں اللہ، اللہ، اللہ پکارنے لگا۔ حالانکہ میری زبان بالکل بند تھی۔ اور بدن سر سے پاؤں تک پسینہ میں شرابور تھا۔

یاد رہے آپ بھی ابھی تک ظاہر میں کسی کے مُرید نہیں ہوئے تھے۔ پھر اس عاجز نے آپ کو بھی جناب صاحبزادہ حضرت عبدالحمید صاحب قدس سرہ' کا مُرید کروا دیا نیز فقیر صاحب سے بھی آپ کو باطنی بیعتِ خاص کا شرف حاصل ہے۔ ؎

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ ؛ تجھے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی

نظر کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ زمانہ جیسے بدلا جا رہا ہے!

جناب سلطان احمد صاحب سروری قادری: میرا (ڈاکٹر موصوف) جب جلالپور ہذا میں ورود ہوا تو سب سے پہلے آپ کی ذات گرامی ہے جو باطن میں اللہ تعالیٰ کی طرف مانوس ہوئی۔ اور دن بدن باطن میں ترقی کرتی گئی۔ آپ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کیطرف مائل تھے۔ آپ باذوق، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے۔ دن رات اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں۔ گو نزدیک رہنے والے اس بات سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اور ناقدرداں بھی۔ تاہم حضرت علی کرم کا قول ہے مَنْ عَلَّمَنِیْ نُکْتَۃً نَحْوُ مَوْلَائِیْ۔ یعنی جو مجھے ایک نکتہ بھی سکھا دے۔ پس وہ میرا مولا ہے کے مصداق آپ نے علم باطنی کا جو اس عاجز سے آپ کو ملتا رہا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ نہ صرف فائدہ اٹھایا بلکہ بہت ہی قدر بھی کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ پر اسی قدر زیادہ رحمت فرمائی۔ آپ کے باطنی حالات بہت ہیں چند ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک دفعہ مجھے بہت روزہ لگا۔ لیٹ گیا تو باطن میں مجھے ایک شربت کا گلاس پلایا گیا تو جب اٹھا نہ بھوک تھی نہ پیاس۔ (۲) ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں قبر میں لیٹا ہوا ہوں۔ تو دیکھتا ہوں کہ میری قبر نور علےٰ نور ہو گئی (۳) اکثر ایسا ہوتا کہ جو دن کو خیال کرتا وہی کچھ رات کو دیکھ بھی لیتا (۴) آپ کو بچپن میں ہی حضور رسول اکرم صلعم کی زیارت نصیب ہو چکی تھی (۵) اکثر آپ کی باطنی ملاقاتیں جاری رہتیں۔ اور اکثر رات کو انوار کی بارش ہوتی رہتی۔ یوں کہ انوار کی بارشوں کی جھڑی لگ جاتی (۶) آپ کا بھی مرید ہونے سے پہلے پہلے مراقبہ جاری ہو چکا تھا۔ اور باطنی پرواز بھی جاری ہو چکی تھی۔ پھر اس کے بعد جلد ہی اپنے اختیار اور اپنی مرضی سے باطن میں آجا سکتے

نظر جما کر دیکھنے سے چشمِ باز ہو، حواسِ خمسۂ ظاہری بھی بند ہو جاتے ہیں

تھے۔ اور یہ کیفیت اب بھی بدستور موجود ہے (۷) اس کے بعد بہت جلد آپ پر بالکل کھلی اور عیاں آنکھوں سے تجلیات کا نزول شروع ہوا جو بدستور جاری ہے۔ (۸) میں ایک دفعہ باطنی پرواز کے ذریعے ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں کچھ سامان رکھا ہوا تھا۔ مجھے آواز آئی یہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا سامان مبارک ہے (۹) اسی مکاشفہ میں میں دربار سلطان بادشاہ پر حاضر ہوا تو میرا قلب جہراً حق باہُو پر بلا ارادہ جاری ہو گیا (۱۰) ایک دفعہ جناب مولوی فتح محمد صاحب حج پر تشریف لے گئے تو میرے دل میں ہیجان برپا ہو گیا اور رات کو میں بھی مقام حج و عرفات پر پہنچ گیا۔ اور مدینہ منورہ میں حضورؐ کے روضہ پر پہنچ گیا۔ اور وہیں پر نماز باجماعت میں شرکت کی۔ (۱۱) دربار سلطان بادشاہؒ پر بیویوں کے مزارات الگ ہیں جہاں مردوں کو داخلے کی اجازت نہیں۔ ایک دفعہ میں باطن میں ان مزارات پر گیا تو اندر سے آواز آئی، تم اندر آ سکتے ہو۔ ایک دفعہ ختم شریف کا موقع تھا کہ حضور بادشاہ سلطانؒ نے اس عاجز کو فرمایا ہمارے دربار پر آؤ۔ (۱۲) اکثر قرآن پاک پڑھتے پڑھتے سو جاتا ہوں تو سونے میں بھی قرآن پاک از خود جاری ہو جاتا ہے۔ رات کو اکثر مؤکلات خود بخود مجھے یاد اللہ کیلئے جگا دیتے ہیں۔ (۱۳) ایک دفعہ یہ عاجز حضور کی باطنی مجلس میں پہنچا تو وہاں صحابہ کرام حضرت علی کرم و حضرت عمر فاروقؓ و دیگر صحابہ کو بھی موجود پایا۔ میں بلند آواز سے لوگوں کو پکار رہا ہوں کہ آؤ حضور صلعم کی زیارت کرو۔ اس کے ساتھ میں نے دیکھا کہ جس کمرہ میں حضور کی مجلس منعقد ہے میں اس کمرہ میں موجود ہوں اور اسی کمرہ کے ارد گرد لوگ اس کمرہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اور درود درود پاک جاری ہے اس ساتھ

نظر جما کر دیکھنا کائنات کو حسین کر دیتا ہے۔

ہی میرا قلب جاری ہو گیا۔

یہ سب مکاشفات آپ کے مرید ہونے سے پہلے پہلے کے ہیں۔

نوٹ: اس کے بعد اس عاجز (ڈاکٹر موصوف) نے آپ کو بھی فقیر نور محمد کلاچوی قدس سرہٗ کا مرید کروا دیا۔ (۱۴) فقیر صاحب نے آپ کو بڑی شفقت سے بیعت فرمایا۔ جس جگہ آپ دست بیعت ہوئے آپ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ آپ کی وفات کے بعد وہیں پر پھول ڈالے گئے۔ اور ان پھولوں کی خوشبو گھر آ کر دن کو بھی مجھے برابر آتی رہی۔ (۱۵) ایک دفعہ باطنی پرواز کے بعد ایک مقام پر دعائے سیفی اور درود صلوٰۃ الکبریٰ خود بخود جاری ہو گیا۔ اسی اثنا میں جناب سلطان بادشاہ کی سواری آگئی۔ آپ کے سر پر فقر کا تاج مبارک سجا ہوا تھا۔ اور میں آپکا استقبال کر رہا ہوں۔ (۱۶) اکثر اپنے باطنی جثہ کو اپنے جسم سے باہر نکلتا ہوا دیکھتا ہوں۔ (۱۷) ایک وقت آیا کہ قرآن پاک خود بخود میرے قلب پر جاری ہو گیا۔ (۱۸) ایک دن میں باطنی پرواز پر تھا کہ ایک ایسا درخت آیا جو سبز تھا اور جس میں ساتوں اقسام کی تجلیات کا ظہور ہو رہا تھا (۱۹) ایک دفعہ میرا باطنی جثہ برآمد ہوا تو تتلی کیطرح گلستان میں تمام پھولوں پر اٹکھیلیاں کرتا پھرتا ہے۔ پھر یہ باطنی جثہ میرے اندر داخل ہو گیا میں باہر سے ذکر اسم اللہ کرتا ہوں تو باطن میں از خود قلب پر حق باہو پر جاری ہو گیا۔ پھر میں ظاہر میں حق باہو کا ذکر کرنے لگا تو اندر قلب پر اسم اللہ ذات جاری ہو گیا۔ (۲۰) ایک دفعہ الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہُو۔ از خود میرے قلب پر جاری ہو گیا (۲۱) ایک دفعہ میں جاگتے میں اپنے گھر کے نلکے پر گیا۔ طہارت کے لئے۔ تو میرے اردگرد جنات جمع ہو گئے۔ انہوں نے کہا آج تو ہمارے یہاں شادی

ٹکٹکی باندھ کر کھلی آنکھوں سے دیکھنا، کھلی آنکھوں سے اسم اللہ ذات متجلی کر دیتا ہے!

کا دن ہے۔ میں نے باطن میں کچھ پڑھنا شروع کیا سب رفع دفع ہو گئے (۲۲) میں نے باطنی شجرہ سروری قادری دیکھا۔ جو کہ پھولوں کی پتیوں پر منقش تھا ایک پتی پر میرا بھی نام لکھا ہوا تھا۔ (۲۳) اسی اثنا میں فقیر صاحب کا وصال ہوا تو میں رات کو دیکھتا ہوں۔ کہ میرا تکیہ آنسوؤں سے ... ک چکا ہے۔ حالانکہ ابھی مجھے آپ کے وصال کی خبر نہ تھی۔ (۲۴) میں نے دل میں سوچا اب ہم کیا کریں گے تو باطن میں آسمان پر جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ (یعنی تم مجھے یاد کرو اور میں تمہیں یاد کروں گا۔) (۲۵) فقیر صاحب کے چالیسویں پر ڈاکٹر نذر سروری صاحب موصوف تو عرس سلطان باد شاہ سے سیدھے کلاچی شریف تشریف لے گئے لیکن میں نہ جا سکا۔ گھر آ کر میں خیال کرتا ہوں کہ حضور فقیر صاحب دنیا سے تشریف لے گئے اب ہمارا کیا بنے گا۔ تو میں باطن میں دیکھتا ہوں کہ ڈاکٹر موصوف صاحب کے ہاتھ میں ایک گیس ہے جس کی روشنی تمام جہان کو روشن کئے ہوئے ہے۔ اور میرا دل مطمئن ہو گیا۔ ؎

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو!

جناب عابد حسین عابد: یہ عزیزم جناب سلطان احمد صاحب کے فرزند ارجمند ہیں اور جناب صاحبزادہ حضرت عبدالحمید صاحب سے بیعت یافتہ ہیں۔ نیز میری تینوں تصانیف کے بعد اپنے حقیقی بھائی جناب

آپ نے ظاہری آنکھوں سے استغراق حاصل کرنے کا ملکہ پیدا کر لیا تو ظاہری آنکھوں سے دیکھ سکیں گے

ریاض احمد صاحب، مسودات کے وارث نیز ان کتب کو تمام زندگی پھر ان کی اولاد نسلاً بعد نسلاً طباعت کے ذمہ دار بھی ہیں۔ نیز میرے مزار کے محافظان خاص نسلاً بعد بھی ہیں۔ زیرِ تذکرہ جناب عابد حسین عابد صاحب نہایت خدمت گزار، نہایت با ادب۔ نہایت ارادت مند اور بہت ہی سلیقہ شعار ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت بھی بدرجۂ غایت ہے۔ اس تصنیف و تالیف میں قدم قدم پر میرا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ابھی اوائل عمر ہے (۱) آپ نے ایک دفعہ باطن میں دیکھا کہ میں اپنے قصبہ جلالپور سے تا دربار سلطان باہو قدس سرہٗ سارا راستہ اُڈ اُڈ کر گیا ہوں۔ اور پرّاں وفضائے بسیط کو چیرتا ہوا دربار شریف جا پہنچا۔ (۲) پھر دوسری مرتبہ دربار شریف پر باطن میں گئے۔ تو فوراً حاضری ہو گئی اور جناب سُلطان باہو قدس سرہٗ کی حاضری نصیب ہوئی آپ سُلطان بادشاہ صاحب کمال مہربانی سے پیش آئے اور اپنی نظرِ کرم سے اس عاجز کو فیضیاب فرمایا (۳) آپ نے فرمایا جب ۸۳ء میں آپ (ڈاکٹر صاحب موصوف) حج پر تشریف لے گئے تو بعد میں مجھے آپ کا ہر روز خواب آتا کہ آج ڈاکٹر صاحب فلاں جگہ ہیں۔ اور آج فلاں جگہ۔ جب ڈاکٹر صاحب مکہ معظمہ میں پہنچے تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں ہیں۔ پھر مدینہ پاک چلے تب بھی معلوم ہو گیا کہ اب آپ مدینہ پاک کو جا رہے ہیں۔ مدینہ طیبہ پہنچے تب بھی معلوم ہو گیا کہ اب آپ مدینہ منورہ میں حضور پاک کے روضۂ مبارک کے عین سامنے بیٹھے ہیں۔ (عزیزم) ابھی بچے ہی ہیں اللہ تعالیٰ اور حبیب پاک کی نظرِ کرم آپ کو اپنی نظرِ رحمت سے اور زیادہ

آپنے نظر بھر کر نظر جما کر دن کو دیکھنا شروع کر دیا تو کھلی آنکھوں سے استغراق کا ملکہ پیدا ہو جائیگا۔

فیض یاب فرمائے۔ آمین: ڈاکٹر

جناب ریاض احمد ریاض: آپ عابد صاحب کے حقیقی برادر ہیں آپ جناب صاحبزادہ صاحب حضرت عبدالحمید صاحب قدس سرہٗ سے بیعت یافتہ ہیں۔ عابد صاحب سے بڑے ہیں عمر میں۔ آپ کو بھی وہ تمام حقوق حاصل ہیں۔ جو جو عابد صاحب مذکور کو حاصل ہیں۔ آپ دونوں برادران حقیقی میرے مسودات قلمی، طباعت و نشر و اشاعت کتب ہذا اور میرے مزار کے حقیقی وارث ہوں گے۔ محافظ ہوں گے۔ آپ نہایت حلیم الطبع، ملنسار، نرم گفتار، خدمت گزار اور نہایت ہی با ادب ہیں۔ گھر میں آپ کو پیار سے ریاض حسین کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے (۱) جب آپ پہلی دفعہ (بیعت ہونے کے بعد) دربار شریف پر گئے۔ تو آپ پر بے اختیار گریہ جاری ہو گیا۔ اور یہ گریہ آہستہ آہستہ استغراق تام میں تبدیل ہو گیا تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ سلطان بادشاہ بنفس نفیس تشریف لائے اور آپکو ایک لعل بدخشاں باطنی عطا فرمایا اور فیض یاب فرمایا۔ (۲) باطن میں آپ کا گزر ایک باطنی منزل سے ہوا تو دیکھا کہ جنگل ہی جنگل ہے۔ لیکن یہ جنگل پُر کیف ہے۔ معاً آپ دیکھتے ہیں کہ پات پات پر کلمہ طیبہ جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ پھر اسکے بعد مکمل طور پر اپنی پوری باطنی شان سے اسم اللہ ذات جلوہ گر ہو گیا۔ اسی اثنا میں لوگ کہہ رہے ہے کہ آگے مت جاؤ جل جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ جلانے والی آگ نہیں بلکہ یہ انوار اللہ ہیں جو انسان کے دل کو زندہ کر دیتے ہیں۔ اور تجلی بھی یہی حقیقت۔ (۳) ایک روز میں سویا ہوا تھا۔

کیا آپکو معلوم ہے کہ الہامی کیفیات کیسے اور کیونکر پیدا ہوتی ہیں

اپنے کمرہ میں کہ یکایک تمام کمرہ روشن ہوگیا۔ آنکھ کھل گئی تو دیکھتا ہوں کہ ظاہری آنکھوں سے بھی کمرہ اسی طرح روشن ہے۔ (۴) ایک دفعہ والد محترم دربار شریف تشریف لے گئے تو میں اُداس ہوگیا۔ اور بے اختیار رونے لگا۔ سو یا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں دربار مقدس پر حاضر ہوں اور والد محترم مجھے تسلی دیتے ہیں کہ کیوں اُداس ہو گئے تھے دیکھو تم تو ہمارے ساتھ ہی دربار شریف پر موجود ہو۔

نوٹ: علاوہ ازیں محمد صادق، غلام محمد۔ خوشی محمد و دیگر بہت سے حضرات ایسے ہیں جو کہ نام کی تشہیر کی نمود و نمائش نہیں رکھتے جو کہ باطن میں صاحبِ نظر ہیں۔

جناب محمد رفیق صاحب: (از مصنف:۔ یہ وہی لڑکا ہے جسکا ذکر میں کتاب سیف الرحمٰن میں کر چکا ہوں۔ یہی لڑکا گندم کی بوریوں پر غلہ منڈی بذا میں بیٹھا تھا۔ اور میرے تلقین کرنے کے الفاظ اس نے دُور ہی سے سُنکر اسی رات عمل کیا اور پہلے ہی دن بینا ہوگیا اور پہلے ہی روز باطنی پرواز جاری ہوگئی۔ تلقین میں چوہدری حدایت کو کر رہا تھا) اس کے بعد یہ میرے قریب آگیا اور متواتر ہر روز باطن میں دیکھنے لگا۔ آپ اُمی تھے لیکن اب ماشاءاللہ تمام کتب پڑھ سکتے ہیں۔ آپ کی ایک ممیز اور ممتاز صفت یہ ہے کہ آپ کو خالص توحید کا راستہ ہاتھ آیا۔ سب مکاشفات کو چھوڑ کر عین ذات کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ درویش کی یہی اصل کار ہے۔ اور ہونی چاہئے کہ عین ذات کیطرف رجوع کرے۔ اور باقی فروعات کو جو سامنے آئیں سب کو یک قلم چھوڑتا چلا جائے۔ آپ میں استعداد سُرجھ بوجھ ہے کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے حواس خمسہ ظاہری و باطنی پہلے فلاں درجہ پر قائم ہوں گے۔ اسکے بعد استغراق

کیا آپکو معلوم ہے کہ الہام جاری ہونیکی کلید کیا ہے

کی یہ کیفیت آئے گی۔ اسکے بعد باطنی نگاہ کا یہ زاویہ متعین کرنا ہوگا۔ اس کے بعد کیفیت آئے گی۔ پھر اسکے بعد فوراً مشاہدہ، باطنی پرواز جاری ہو جائے گی۔ عادات و خصائل میں نہایت ہی سادہ زندگی۔ بہت ہی کم گو۔ تخلیہ پسند۔ اسکے خیال میں محو۔ ہر قسم کی بناوٹ و تصنع سے پاک۔ معاملہ نہایت ہی صاف ستھرا اور سیدھا رکھتے ہیں۔ چند ایک معاملات ملاحظہ ہوں۔ (۱) ایک دفعہ ہم سب دوست اکٹھے ہو کر زیارتوں پر نکلے تو آپ بھی ساتھ تھے۔ دربار سلطان صاحب قدس سرہٗ پر حاضری دی تو مین مزار پاک سے ایک پیالہ شربت نکلا جو آپ کو دیا گیا تو آپ نے دیکھا کہ شربت پر ایک زرد رنگ کی بھڑ تیر رہی ہے۔ آپ نے وُہ پیالہ دُور پھینک دیا۔ نہ پیا۔ پھر ایک اور پیالہ اسی طرح دوبارہ آپ کو ملا تو اس پر ایک شہد کی مکھی تیر رہی تھی۔ اُس پیالہ کو آپ نے پی لیا۔ (اگر آپ پہلا پیالہ پی لیتے تو آپ میں صفتِ جلالیت کا غلبہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن دوسرے پیالہ سے دل میں جمالیت پیدا ہوئی۔ از مصنف) (۲) آپ پر بے محابا بے جہت تجلیات کا نزول پہلے ہی روز شروع ہو گیا جو دم بدم آج تک جاری ہے۔ (۳) ایک سال بعد یہ تجلیات بڑھتی بڑھتی بالکل برہنہ آنکھوں سے آپ پر ظاہر ہونے لگیں۔ یہ بھی تا حال جاری ہیں۔ اور دن بدن عروج پر ہیں۔ (۴) جب آپ مقامِ لطیفہ رُوح میں تھے تو یہ لطیفہ مثالی رنگ میں بصورتِ آفتاب آپ پر طلوع ہوتا تھا۔ اور نمازِ فجر کے بعد بالکل سُرخ رنگ کے انوار آپ پر بر پا ہوتے تھے۔ (یہ بھی تجلیات لطیفۂ رُوح ہی سے تعلق رکھتے ہیں از مصنف) (۵) ایک دفعہ نمازِ عشاء کے بعد شب چارپائی پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کے قلب پر جونہی اپنا دستِ مُبارک رکھا تو قلب اس شدت سے ذکر اللہ پر رواں ہُوا کہ آپ کا جسم اور

محلِ وقوع کے لحاظ سے الہام بھی کئی اقسام پر مبنی ہے

چارپائی دونوں جنبش میں آگئے۔ (۶) کچھ عرصہ بعد آپ پر اسم اللہ ذات باطن میں متجلی، روشن اور تاباں ہوگیا۔ جو آج تک رواں ہے۔ (۷) انوار کی بارشیں تو ہر روز جاری رہتی ہیں (۸) چلتے پھرتے، نماز پڑھتے ہوئے اسم اللہ ذات تاباں اور تجلیات دستور جاری رہتی ہیں (۹) سورہ مزمل شریف کی آپ کو باطنی طور پر کلید حاصل ہو چکی ہے۔ (۱۰) دربار سلطان صاحب کے قریب حضرت جمعہ شاہ صاحب کا مزار ہے۔ وہاں پر باطن میں ۲۰۳ بزرگ تشریف لائے اور ہر ایک نے آپکی پشت پر مہر لگائی۔ اور فرمایا اب تم بے غم ہوجاؤ۔ مہریں آپ کو لگ چکی ہیں۔ (۱۱) ایک روز عشاء کی نماز کے بعد میں مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف تشریف لائے ساتھ ہی تجلیات کا نزول شروع ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لاتے ہی ڈاکٹر نور محمدؐ کی پشت پر اپنا دستِ مبارک رکھ لیا۔ اور پھر اسکے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاکٹر نور محمدؐ کو اپنے دستِ مبارک سے بیعت فرمایا۔ پھر ہم دونوں کو اپنی نظر فیض اثر سے سرفراز فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاَصْحَابِہٖ وَاَہْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ ابھی تک آپ کسی کے بیعت شدہ نہ تھے۔ پھر آپ کو اس عاجز نے جناب حضرت فقیر عبدالحمید صاحب قدس سرہٗ کا بیعت کروا دیا۔ آج بھی آپ کا عروج دن بدن ترقی پر ہے۔

"اجراء الہام"

یاد رہے کہ الہام کے موضوع پر ابھی تک میں نے کوئی بات نہیں کی۔ اور نہ ہی یہ بیان کیا ہے کہ تجلیات برہنہ بالکل ظاہری آنکھوں سے کیسے اور کیونکر نظر آنے لگتی ہیں نیز یہ بھی بیان نہیں کیا ان دونوں موضوعات کے اصول وقوانین کیا ہیں لیجئے پہلے

الہام کے موضوع پر بات کرتے ہیں۔ جس وقت میں ساتویں جماعت کے آخر میں تھا۔ تو مکاشفات تو بالکل جاری ہو ہی چکے تھے۔ پھر مجھے سُوجھی کہ الہام کے بارے میں بھی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس کی پہلی کوشش کی کیفیات کچھ یُوں تھیں۔ میں جب رات کو متوجہ ہو کر بیٹھتا تو میں اپنی توجہ کو کانوں پر یا کانوں کی سماعت پر مرکوز کر دیتا۔ چند منٹ تصورِ اسمِ اللہ ذات کرتا۔ اسکے بعد وہی استغراق مجھ پر طاری ہو جاتا۔ لیکن اپنی توجہ کو سختی کے ساتھ سماعت کے ساتھ منسلک رکھتا۔ (قارئین کرام سے عرض ہے کہ بڑی توجہ سے میرے ساتھ ساتھ چلیئے تاکہ آپ اصل وسعت بات کی تہہ تک پہنچ سکیں) جسطرح قبل ازیں مشاہدہ کے وقت میری نگاہ میں وسعت آجاتی تھی۔ اور عالم استغراق میں میری نظر دُور تک وسیع ہو جاتی تھی۔ اور پیشانی کا بوجھ بالکل ختم ہو جاتا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح سماعت کے میدان میں میں ڈوبتا بھی جاتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ میری سماعت کا میدان بھی وسیع تر ہوتا جاتا تھا۔

مثال: جس طرح کسی بجلی کے کھمبے میں بجلی کی ترسیل کیوجہ سے گونج پیدا ہو جاتی ہے۔ بس بالکل اسی طرح میری سماعت میں یہ گونج پیدا ہو جاتی تھی۔

مثال دیگر: یا جس طرح پنکھے کے ریگولیٹر یا کسی ٹرانسفارمر کو ڈیلا پلیٹ دیا جائے۔ (To be winde) یا ٹرانسفارمر کی کور باہر کی پتریاں، کو ڈھیلا کس دیا جائے۔ اور نہایت سختی سے کور کو ٹیٹ اور کس نہ دیا جائے تو جب اس میں بجلی کی ترسیل شروع کی جاتی ہے تو بجلی کی ترسیل اور تاروں کے ڈھیلا ہونے کی وجہ سے نیز کور کے ڈھیلا ہونے کی وجہ سے اس میں ایک گونج پیدا ہو جاتی ہے پس ایسی ہی گونج میری سماعت میں پیدا ہو جاتی تھی۔ اور ساتھ

ساتھ استغراق بھی مزید گہرا ہوتا جاتا۔ تا آنکہ ظاہری حواس بند ہو جاتے اور باطنی حواس کھل جاتے۔ اسکے ساتھ ہی غیب سے کوئی آواز یا کوئی پیغام مل جاتا۔ تاہم ساتویں جماعت کے آخر تک مجھ پر الہام، غیبی آوازیں سننے کے بھی دائمی طور پر دروازے کھل گئے۔ لیکن ایک بات ہے ابھی تک مجھ میں قوتِ گویائی پیدا نہ ہوئی تھی۔ لیکن جب یہ ملکہ پختہ ہو گیا تو پھر ایک سال بعد جواب دینے کی بھی طاقت پیدا ہو گئی۔

نوٹ: الہامی کیفیت پیدا کرنے کے لئے زاویۂ نگاہ سے کام نہیں لیا جاتا۔ بلکہ اپنے حواس کو کانوں کی سماعت پر مرکوز کیا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد سماعت پر مرکوز و مجتمع حواس کا دائرۂ کار اپنے ماحول کے ارد گرد دُور تک پھیلتا چلا گیا۔ اسکے بعد مشاہدہ کیطرح الہامی کیفیت کا پیدا کرنا بھی مجھ پر آسان ہو گیا۔ اور مجھے اس پر عبور و اختیار حاصل ہو گیا۔ بعد میں عام محویت کا سا عالم اس کے لئے درکار رہتا تھا جو آسانی سے حاصل ہو جاتا تھا۔ سو الہامی کیفیت کی کلید اپنے حواس و قویٰ کو اپنی قوتِ سامعہ (سماعت) پر مکمل طور پر مرکوز کر کے استغراق حاصل کرنیکا نام ہے۔ اور یہ اس علم کی ابتداء ہے۔ اس کی انتہا بہت بلند و بالا ہے۔ جو مقاماتِ الٰہیّہ میں پہنچکر حاصل ہوتی ہے۔ آپ ابتداء دیکھئے۔ انتہا بھی آجائے گی۔ بعض لوگوں کو مشاہدہ و الہام بیک وقت اوّل روز سے ہی جاری ہو جاتے ہیں۔ بعض میں یہ دونوں صفات الگ الگ پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت فقیر صاحب قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف عرفان حصہ دوئم میں دعوت پڑھنے کی تمام سُورتیں کلام الٰہی کی بتائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آیت .... سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ کے متعلق فرمایا کہ یٰسین قرآن پاک کا دل ہے اور سُورہ یٰسین کا دل مذکورہ بالا آیت سَلٰمٌ (الخ) ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ بوالہوس لوگ ایسے نفسانی اغراض اور

دُنیوی مقاصد کے لئے پڑھتے ہیں۔ اِس دعوت میں عجیب و غریب اسرار ہیں۔ اسلئے نا اہلوں کے سامنے اِس قسم کے سربستہ رازوں کا افشاں کرنا مناسب نہیں" یاد رہے حضرت فقیر صاحب کے سامنے ہماری بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اِس لئے مَیں آپ سے اس آیت مذکورہ کے راز و نیاز نہ پوچھ سکا۔ تا آنکہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر پچھتا وا لگا کہ پُوچھ لیتا تو اچھا تھا۔ مجھے بعد میں بہت ہی افسوس آتا رہا اپنے آپ پر۔ ایک دن صبح سویرے آپ کیطرف سے ایک الہام مجھ پر وارد ہوا کہ آیت سَلٰامٌ "قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ کو ۲ صد مرتبہ صبح اور ۲ صد مرتبہ شام پڑھا کرو۔ اجازت ہے۔ پڑھنے کی بھی اور دعوت کی بھی۔ میرا دل بہت خوش ہوا یُوں میری آرزو بھی پُوری ہو گئی۔

یاد رہے الہام اگر پشت پیچھے سے ہو یا بائیں جانب سے آواز آئے تو یہ الہام ناسُوتی ہوگا۔ اگر سامنے سے یا دائیں طرف سے یا مقعدِ قلب سے آواز آئے تو یہ الہام ملکوتی و جبرُوتی ہوگا۔ لیکن جب انسان مقاماتِ الٰہیہ میں پہنچ جاتا ہے تو یہ مقام لاتخف ولاتحزن کا ہوتا ہے۔ اِس لئے مقاماتِ الٰہیہ میں انسان اِن تمام قیُود سے بھی آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن مُبتدی کو بہر حال خیال رکھنا ضروری ہے کہ کوئی الہام قرآن و سنّت کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔ اگر خلافِ شرع شریف ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ الہام ناسُوتی ہے اور ایسے الہام پر عمل بھی نہیں کرنا چاہیئے مَیں نے بہت لوگ دیکھے ہیں تو یہاں پہنچ کر بھی راہ سے بھٹک گئے۔

ع تُو ابھی رہ گذر میں ہے، قیدِ مقام سے گزر!

"تجلیاتِ برہنہ"

آپ کو مدت سے شوق و انتظار ہوگا کہ کب تجلیاتِ برہنہ کے راز سے پردہ اٹھاؤں
یاد رہے کہ جو کچھ میں تینوں تصانیف میں بیان کر چکا ہوں۔ یا جو اصُول و قواعدِ علم العین
یا علمِ تصوف کے بیان کر چکا ہوں تجلیاتِ برہنہ کے اصُول و قواعد ان سب سے الگ
اور جُدا گانہ ہیں۔ اسی لئے اس مشکل مضمون کو سب سے آخر میں بیان کر رہا ہوں۔ سب
سے پہلے اس کی اوّلین بنیاد پر غور کیجئے: میں آپ کو سب سے پہلے یہ بتانا پسند
کرتا ہوں کہ میرا اپنا یہ معاملہ کیونکر جاری ہؤا۔ گو اس کے بارے میں ایک دعوت
بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ لیکن عہ

آگہی دامِ شنیدن جسقدر چاہے بچھائے
مدّعا عنقا ہے اپنی عالمِ تقریر کا!

حقیقت یہ ہے کہ بچپن میں میری یہ عادت تھی کہ ہر چمکدار چیز، ہر روشن چیز پر
میری نظر قسمتی و فطرتی طور پر ٹھہر جاتی تھی۔ اپنے رازداں روشن اختر کے پاس روزانہ
بیٹھا کرتا تھا رات کو اسکے پاس مٹی کا دیا ہوتا تھا۔ اُسی پر میری نظر ٹھہری رہتی۔ آنکھ جھپکنا
تک بھُول جاتا۔ ‹ نیز یاد رہے میرے رازدان کا نام روشن اختر تھا اور تخلّص رشک تھا
آپ کا ایک ہی شعر مجھے یاد رہ گیا۔ عہ

اُس گھر میں رشکِ جگر نے جل جل کے دیا کام
جس گھر میں کبھی تیل، نہ بتی، نہ دیا تھا!

آہ! اس کا واقعی یہی حال تھا۔ رات کو سردیوں میں اوپر بوری نیچے زمین۔ مٹی کا
دیا اس میں ایک پیسے کا روزانہ تیل سرسوں۔ جتنی دیر جلا۔ جلا۔ پھر اندھیرا۔ لیکن طبیعت

تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ
اپنے لئے لامکاں، میرے لئے چار سو

بادشاہوں سے بھی زیادہ بے نیاز و نازک، طبع شاعرانہ لیکن حقیقت پر مبنی، باطن میں آخرکار صاحب ولایت اور محکمۂ رجال الغیب باطنی پولیس کے عہدے دار اعلیٰ تھے۔ خیر میں بھی ٹکٹکی باندھ کر بلا ارادہ دیئے کی طرف دیکھتا رہتا۔ مشق نہ تھی۔ فطرتی کشش تھی۔ رات کو چاند نکلتا تو گھنٹوں چاند پر نظر جمی رہتی۔ دن ہوتا تو آنکھ کی پتلی آنکھ میں ایک ہی جگہ ٹھہری رہتی۔ اور آنکھوں میں ایک نشہ سا ہر وقت چھایا رہتا۔ ہمارے قصبہ میں دو مشہور شرابی تھے۔ لیکن بکواس یا بہکنے والے نہ تھے۔ بارونق تھے۔ ایک قوم کا سکھ تھا لیکن شاعر با ذوق بھی۔ دوسرا سوڈے واٹر کا دکاندار تھا۔ وہ بھی ہندو تھا۔ لیکن با مذاق۔

یاد رہے اس زمانے میں میں آٹھویں نویں جماعت میں تھا۔ غالب، مومن، میر، حسرت، داغ، جگر، سودا، خورشید کوئی شاعر ایسا نہ تھا کہ جس کا شعر ہم دونوں کو یاد نہ ہو۔ اقبال کو میں سلام کرتا ہوں۔ آپ حقیقی معنوں میں حکیم الامت ہیں۔ گو بچپن میں میں سب سے زیادہ غالب سے لگاؤ رکھتا تھا۔ لیکن آج سب سے زیادہ اقبال سے لگاؤ رکھتا ہوں۔ اس بات کو میں آج سمجھ رہا ہوں کہ جن مسلمانوں کی سلطنت کو غالب نے گنوا دیا تھا۔ آج اسی مسلمانوں کی سلطنت کو اقبال نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں واپس دلوا دیا۔ اس نے قوم کو سلا دیا اور اس نے قوم کو جگا دیا۔ شاعر دونوں ہی اپنا اپنا ثانی نہ رکھتے تھے لیکن تاثیر سراپا جداگانہ تھی اور ہے۔

غرض وہ دونوں شاعر و شرابی ہر روز بوقت شام بر سر عام، سر راستہ ایک دکان

گذشتہ ماحصل اور تجلیات برہنہ دیکھنے کے مسلّمہ اصول۔

کے تختے پر بیٹھ جاتے۔ گلاس میں شراب و سوڈا ڈال کر آگے رکھ لیتے۔ کبھی ایک گھونٹ بھر لیا پھر شعر و شاعری ہونے لگتی۔ ہم دونوں (رشک اور میں) پاس سے گزرتے تو ہم بھی تماشہ دیکھنے بیٹھ جاتے۔ ایک شعر وُہ کہتے جاتے اور ایک شعر ہم کہتے جاتے۔ ہم اسنے والے نہ تھے۔ آخر وجدان کی حالت ہوتی کہ دیکھنے والے کہتے کہ ان دونوں شرابیوں نے شراب نہیں پی۔ بلکہ ان دونوں لڑکوں نے ضرور شراب پی ہوئی ہے۔ حالانکہ ہم شراب سے نفرت کرتے تھے۔ میری اس حکایت سے یہ غرض ہے کہ ہماری آنکھوں میں چوبیس گھنٹے خمار رہتا تھا۔ عشق الٰہی کا۔ اور نظر ایک شرابی کیطرح ایک جگہ ٹھہری رہتی۔ آنکھ بہت کم جھپکتے تھے۔

بچپن میں ایک عجیب بات مجھ پر کثرت سے یہ گزرتی تھی کہ کتنی حیرت کی بات ہے۔ کہ میں اکثر اوقات سانس لینا بھول جاتا تھا۔ پھر جب مجھے خیال آتا تو کہتا کہ او ہو! میں سانس لینا ہی بھول گیا۔ پھر زور سے ایک سانس کھینچ کر لمبا لیتا۔ جیسے کوئی سرد آہ بھرتا ہے۔ اب بتایئے میں نے حبس دم کر کے اب کیا لینا ہے۔ فطرتی و قدرتی حبس دم بلا ارادہ تو خود بخود ہو رہا تھا۔ جس میں لطف بھی تھا۔ لذت بھی تھی۔ فطرت بھی تھی، وجدان بھی تھا۔ (۱) اگر آپ بالکل کھلی آنکھوں سے یعنی بچشم باز علانیہ مشاہدات اور تجلیات دیکھنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے میری بیان کردہ حکایت پر دوبارہ غور فرمایئے (۲) ایک آدمی نظر بھر کر ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے تو وُہ لذّت و سُرور انگیز ہوتی ہے۔ بخلاف اسکے عام انسان عام نظروں سے سارا دن دیکھتے ہیں تو ظاہر ہے کوئی لذّت و سُرور نہیں پاتے۔ (۳) آنکھ کی پتلی کا ایک جگہ ٹھہرے

آپ کیسے بالکل کھلی آنکھوں سے اسم اللہ ذات متجلی و روشن دیکھ سکتے ہیں

رہنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپکے اندر ایک وجدان کیف و سرور کی کیفیت طاری ہے۔ اور یہی چیز حواس خمسہ کو کھولنے، اور ظاہر آنکھوں سے ہی استغراق میں ڈوب جانے کی غمازی بھی کرتا ہے (۴) عشق الٰہی جب غالب ہو جائے تو کھلی آنکھ سے آنکھ کی پتلی کی یہی کیفیت خود بخود ہو جاتی ہے۔ بہرحال ہم نے شوق کیلئے محنت نہیں کی۔ ہم نے عشق کو جنوں کی حد تک کیا ہے ریاضت نہیں کی۔ ہم نے اسکو اتنا یاد کیا کہ وہ ہمارے اندر سما گیا۔ ہم نے زہد و تقویٰ نہیں کیا۔ اسی کو کہتے ہیں راز بے ریاضت، مشاہدہ بے مجاہدہ، نیاز بے ریاض (بے ریاضت) اور اسی کو محبوب بے محنت و معشوق بے مشقت کہتے ہیں۔ (۵) دعوت جو میں نے پڑھی تھی اس میں تجلیات برہنہ کا جو ظہور مجھ کو ہمیشہ کے لئے کھلا اس میں یہی نظر کا ٹھہراؤ، آنکھ کی پتلی کا ٹھہراؤ۔ ٹکٹکی باندھ کر مکمل کوشش و کشش سے دیکھنا اپنا پورا کام کر گیا۔ اور ایک یہی بات کھلی آنکھوں سے تجلیات کے ظہور کا باعث بنی۔ (۶) وہ نقش بھی اتنا پر تاثیر تھا اور اتنا محبوب ہو گیا کہ میرے دعوت پڑھنے کے بعد اس نقش کو مؤکلات اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھے واپس بھی نہ کیا۔ (نقش پچھلے صفحات پر ملاحظہ ہو۔ نئے نقش میں اس عاجز نے چند ایک بزرگوں کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ پہلا نقش میں نے ۱۹۵۲ء میں بنایا تھا۔ (۷) اس کیفیت کو علم تصوف کی اصطلاح میں ظاہر و باطن کا ایک ہو جانا کہتے ہیں۔ جب آپ پر ایسی حالت طاری ہو جائے گی تو پھر متوجہ ہونے یا مراقبہ کرنے کی بھی حاجت باقی نہیں رہتی۔ جب آپ کی نظر کی یہ حالت ہو جائے گی تو پھر آپ کھلی آنکھوں سے بھی استغراق

باطن میں ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہی دیکھ سکتا ہے

میں ڈوب کر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اور بس (۸) تجلیات برہنہ کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کے لئے۔ نظر بھر کر دیکھنا۔ آنکھ کی پتلی کو جما کر، ٹکٹکی باندھ کر ہر وقت دیکھنا تجلیات برہنہ کی سب سے آخری کلید ہے۔

آپ حیران ہوں گے سن کر کہ میرا اسم اللہ ذات تجلی باوجود صاحب نظر ہونے کے ذرا دیر سے متجلی ہوا۔ پھر جب تجلی ہوا تو بند آنکھوں سے بھی اور کھلی آنکھوں سے اسم متجلی ہو گیا۔ اس کے لئے میں نے چند ایک نقش بنائے اور ان پر اپنے ہی گھر کے کمرہ میں دعوت پڑھی۔ اب یہاں نقش بنانے کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن میں آپ کو مکمل طور پر بتا دیتا ہوں۔ آسان ہے اور خود بنالیں۔ جب میرا اسم اللہ ذات متجلی ہو گیا۔ تو پھر کھلی آنکھوں سے بند آنکھوں سے۔ بوقت نماز۔ بوقت کارِ دنیا ہر وقت جاری رہا۔ (۱) ایک نقش جو میں کتاب سیف الرحمٰن میں درج کر چکا ہوں یہ حضورؐ پاک کی قبر مبارک کا نقش بنالیں اور ارد گرد وہ سب کچھ لکھ دیں جو اس نقش میں لکھا ہوا ہے (۲) ایک بڑے چارٹ پر الگ ایک اور نقش بنا دیں۔ حضورؐ پاک کی مزار مبارک کا اور ارد گرد حضورؐ پاک کے ننانوے اسم لکھ دیں۔ (۳) تیسرا نقش حضرت غوث الاعظم کی مزار مبارک کا سادہ ہی بنالیں اور چاروں کونوں پر اللہ للہ لہٗ ھُو لکھ دیں۔

(۴) ایک نقش مزار مبارک حضرت سلطان العارفین سلطان باہُوؒ کا بنا دیں اس پر چاروں کونوں میں چاروں اسم لکھ دیں۔ (۵) ایک نقش حضرت فقیر نور محمد کلاچوی کا بنالیں۔ (۶) ایک نقش اپنے مرشد پاک کا بنالیں۔ (۷) ایک نقش خود میرا یعنی ڈاکٹر نور محمدؐ نور سروری قادری کا بنالیں۔

نوٹ: ہر ایک نقش یوں بنائیں بڑے کاغذ پر۔ اسم درمیان میں موٹا کر کے لکھدیں

اللہ اللہ
جو | ممتاز اسم اہلِ مزار | کہ

اور درمیان مزار مبارک فلاں بزرگ کا اسم مبارک بہت بڑا موٹا کر کے لکھیں۔ دعوت کا طریقہ وہی ہے جو میں مکمل طور پر کتاب سیف الرحمٰن میں بیان کر چکا ہوں۔ یعنی پہلے فاتحہ خوانی۔ پھر دعا۔ پھر اذان اور گرد۔ پھر ۱۱ مرتبہ درود شریف پھر ۱۱ مرتبہ سورۃ مزمل پھر ۱۱ مرتبہ درود شریف پھر تصور اسم اللہ ذات خاموشی سے پھر استغراق ۹۰ درجہ زاویہ نگاہ پر، پھر ادرا استغراق، پھر مکمل استغراق۔ پھر مشاہدہ یا تجلی۔ یا الہام یا صعنفہ قلب سے آواز یا اسم اللہ ذات تجلی بند آنکھوں سے یا بالکل کھلی آنکھوں سے۔ یا کسی بزرگ کی زیارت ہوگی۔ کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہو تو باب تجلیات برہنہ پرکار بند ہو جائیے۔ پھر ظاہری آنکھوں سے بھی نظر آجاتا ہے دیکھئے ہر شخص دنیا و کائنات کو عام نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن اگر پتلی کو جما کر نقطہ کو قائم کر سکے۔ نیز آنکھ کی پتلی کو ٹھہرا کر اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھا جائے تو بھی کائنات آپ کو یکسر بدلی ہوئی نظر آئے گی۔ پھر آنکھوں میں نور و سرور دونوں آجاتے ہیں۔ ملاوہ ان امور کی لگام عشق۔ محبت، جنون، شوق اور لگن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ نیز اسی کتاب کے نقش پر بھی دوبارہ غور فرمالیں۔ اس میں بھی میں نے بہت کچھ درج کر دیا ہے (دعوت کا نقش)۔ نیز اس بات کو نہ بھولئے کہ ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہی دیکھ سکتا ہے۔

نوٹ: (۱) ان نقشوں پر آپ ہر روز دعوت بھی پڑھ سکتے۔ لیکن بدھ، جمعرات جمعہ کی راتیں خاص ہیں۔ مبتدی بطور مشق کے ہر روز پڑھ سکتا ہے۔

یہ سب دعوتیں بلا خوف و خطر ہیں۔ بے ضرر ہیں۔ فائدہ مند ہیں۔ بلکہ نہایت ہی فائدہ مند ہیں۔

"تو نے چند خاص زکاۃ پر عمل کیا تو دعوت ہفت نقش میں پاس وگرنہ فیل"

نوٹ : (۱) ہر خاندانِ طریقت کے اصحاب اپنے بزرگوں کے اسی طرح کے نقش بنا کر اپنے ہی گھر میں دعوت پڑھ سکتے ہیں یہ صلائے عام ہے ۔ اور دعوت دوام جس کا جی چاہے پڑھے ۔ کوئی پرہیز نہیں ، کوئی پابندی نہیں ۔ (۲) سورۃ مزمل ۳ بار اول آخر درُود شریف پڑھ کر ۵ صد مرتبہ سَلٰمٌ قَولًا مِّن رَّبٍّ الرَّحِیم بھی پڑھ سکتے ہیں ۔ اسکے فوائد بھی بے انتہا ہیں ۔

انتباہ : کوئی شخص ان دعوات کو نقصانی غرض کے لئے نہ پڑھے ۔ اگر ایسا کرے گا تو قیامت کے روز اس کا سزادار بھی خود ہی ہوگا ۔ یہ عاجز آپ کو متنبہ کر کے بری الذمہ ہو رہا ہے ۔ ہاں ان کو بزرگانِ دین ، انبیاء عظام ، اولیاء کرام ، نیز عالمِ ناسوت سے عالمِ ہاہوت تک رسائی کا وسیلہ بنالیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کر دیگا اور آپ بھی خورسند ہو جائیں گے ۔ اصل کار توحید ہونی چاہیئے ہمیں اپنے اصل تک پہنچنا چاہیئے اسی زندگی میں ، یہی سب سے بڑا اور افضل مقصد ہے ۔

مزید معلومات : آپ ہر ایک نقش پر تین روز دعوت پڑھ سکتے ہیں لیکن جس نقش پر آپ کا باطن کھل جائے یا مشاہدات جاری ہو جائیں تو اُسی نقش پر بار بار دعوت پڑھتے جائیے ۔ یوں ایک ہی نقش سے اس کی راہ کشادہ ہو جاتی ہے ۔

ایک دُوسرا طریقہ : میں ایک ہی رات میں ایک ہی نقش پر یُوں بھی کرتا تھا ۔ مثلاً

ان چند نکات کو بطور خاص ذہن نشین کر لیجئے!

پہلے فاتحہ درُود پڑھ کر بخشنا پھر دُعا۔ پھر نقش کے ارد گرد اذان۔ پھر نقش کے مغرب کیطرف بیٹھ کر مُنہ مشرق کیطرف کر کے سُورۂ مزمّل پڑھ کر استغراق بازاویۂ نگاہ کیا۔ اگر کام نہ بنا تو مغرب سے اُٹھ کر نقش کے سرہانے دوبارہ سُورۃ مزمّل پڑھ کر استغراق با زاویۂ نگاہ کیا۔ اگر پھر بھی ضرورت ہوئی تو نقش کے مشرق کی جانب بیٹھ کر اسی کو دُہرایا پھر بھی ضرورت ہوئی تو نقش کے جنوب یعنی نقش کے پاؤں کی جانب دعوت پڑھی اور استغراق بازاویۂ نگاہ کیا۔ وہاں سے اُٹھ کر میں ایک دن چارپائی پر بیٹھ گیا۔ مُنہ ننگا رکھا اوپر لحاف اوڑھ لیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ آنکھیں کھلی تھیں کہ یکایک میرے رُوبرو اسم اللہ ذات سفید براق روشنی سے مرقوم سامنے آکر ٹک گیا۔ اور بڑی دیر میری آنکھوں کے سامنے ہوا میں معلق قائم رہا۔ اسکے بعد دوسرے روز خود بخود اسم محمد صلعم اسی طرح بغیر دعوت پڑھے عیاں طور متجلّی ہو گیا۔ بعد ازاں نماز میں چلتے پھرتے دن کو رات کو جب میں خاص طریقہ سے نظر کو اپنے سامنے جماتا تو اسم متجلّی ہو جاتا۔ وقت کی قید و بند بھی نہ رہی۔ میرا مطلب ہے آپ بھی بالکل اسی طرح ایک رات میں ایک ہی نقش پر چاروں طرف دعوت پڑھ سکتے ہیں۔ چاروں طرف دعوت پڑھ کر ہر دفعہ استغراق بازاویۂ نگاہ کر لینا چاہیئے۔ اب آپ کے دل میں یہ سوال بار بار اٹھتا ہوگا کہ کون سے نقش پر آپ کا اسم اللہ عیاں طور پر متجلّی ہوا۔ بالکل صحیح عرض کر رہا ہوں۔ ہاں دعوت میں سارے نقوش پر پڑھتا تھا۔ بس اتنا یاد ہے۔ لیکن یہ بات پوچھ کر آپکے کچھ کام نہ آئے گی۔ استعداد نہ ہو تو ہر کام ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ کچھ کچھ بھی استعداد ہو تو آگے راستہ بھی مل جاتا ہے۔ آپ سب کچھ چھوڑیئے۔ کیا میں آپ کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ ہر نقش، ہر اسم ہی کام کرنے لگے۔ دعوت پڑھنے کا طریقہ۔ دُعا، فاتحہ، اذان، سب کچھ

آپ نے اگر استغراق بازاویۂ نگاہ کو پا لیا تو علم دعوات و علم اسماء باطنی کو پا لیا!

میں پچھلے صفحات پر بڑی وضاحت سے بیان کر آیا ہوں وہاں دعوت اعظم میں ملاحظہ فرمائیں۔ اب آگے چلئے۔ (۱) پہلے بازاویۂ نگاہ سے اپنے حواس خمسہ ظاہری بند کر لیجئے ۹۰ درجہ پر یا ۶۰ درجہ پر۔ ۶۰ درجہ پر آسانی سے بند ہو جاتے ہیں۔ (۲) جب آپ مزید ڈوبتے جائیں گے۔ اور بے خود ہوتے جائیں گے: اور زیادہ گم ہوتے جائیں تو حواس ظاہری خود بخود بند ہو جائیں گے اور باطنی حواس خمسہ خود بخود کھل جائیں گے آپکا کام یہ ہے کہ زاویہ ۶۰ درجہ کا قائم کر کے اسم اللہ کا تصور چند منٹ کریں۔ پھر ڈوبتے جائیں اسم غائب ہوتا جائے گا۔ مکمل بے خود ہو جاؤ گے تو اسم بھی مکمل غائب ہو جائیگا۔ یہ آپ کے سیدھے راستہ پر جانے کی علامت بھی ہے۔ (۳) پھر اور زیادہ ڈوبتے اور بے خود ہو جائیں اور زاویۂ نگاہ کو سختی سے قائم رکھیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ زاویۂ نگاہ سختی سے قائم نہ رکھو گے تو یا تو سو جاؤ گے یا کھو جاؤ گے۔ مگر نظر کچھ نہ آئیگا۔ پس زاویۂ نگاہ اس میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ (۴) پھر عین استغراق کے عالم میں آپ کو صبح صادق کا سہانا منظر پیش ہوگا۔ پس اب مشاہدہ کھلنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ (۵) بڑی دل جمعی سے پورے ذوق و شوق سے اور بیخود ہوتے جائیے، تو یک لخت آپ پر تجلی پڑے گی۔ یا کوئی نظارہ دیکھو گے۔ یا کوئی بزرگ نمودار ہوگا۔ یا غیب سے آواز آئے گی۔ یا اسم اللہ متجلی ہو جائیگا۔ باطن میں یا بالکل عیاں طور پر۔ (۶) اگر آپ کو یہ طریقہ آگیا یا آتا ہے تو آپ ہر نقش پر، ہر قبر پر، ہر دربار پر، ہر اسم پر مکمل طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ عمل

خدا سے پھر وہی قلب و جگر مانگ
نہیں ممکن امیری بے "فقیری"!

شکم مادر سے تو ہم سیکھ کے آئے ہی نہیں، پہ چاہنے والے ہی کم بخت سکھا دیتے ہیں! کے مصداق کرنے سے۔ سیکھنے سے ہر کام آجاتا ہے۔ چھوڑو میرے بھائی۔ سچ کہتا ہوں مجھے تو بتانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ کہ اس سے پوچھ ہی لیتا۔ تو میرا شوق دیکھ، میرا انتظار دیکھ۔ بلکہ میں نے تو انتظار بھی نہیں کیا۔ شوق نے مجھ سے وہ سب کچھ کروا دیا جو کوئی استاد بھی کسی سے نہ کروا سکا۔ میں فطرت و قدرت کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ اور راستہ بنتا گیا۔ میں نے فطرت و قدرت کے قانون میں کبھی مداخلت نہیں کی یہی وجہ ہے کہ یہ تمام قوانین تصوف نہایت پختہ و لاتبدل ہیں۔ اسلئے پہلے باطنی آنکھ بذریعہ علم العین بمعہ استغراق بازاویۂ نگاہ کو سیکھئے۔ پھر ایک دعوت کیا ساری دعوتیں رواں ہوجائیں گی۔ پھر اس کے بعد جس بزرگ کے اسم کی بھی دعوت پڑھنا چاہو۔ اس کا اسم یوں اللہ ⟨اسم متعلقہ بزرگ⟩ لہٗ ھو ایک بڑے صفحہ پر اسم بڑی تقطیع میں لکھو اور اردگرد اسم اعظم میں بتائے گئے طریقے سے دعوت پڑھو۔ دعوت کے بعد پڑھنا قطعاً چھوڑ دو۔ اور بالکل خاموش ہوکر آنکھیں بند کرکے استغراق بازاویۂ نگاہ کرو۔ بالکل اسی طرح اسم اعظم اللہ کا نقش بنا سکتے ہو۔ نیز تمام فرشتوں کا نقش اسی طرح بنا کر اپنے ہی گھر کے کمرہ میں دعوت پڑھ سکتے ہو۔ ہم نے آپ کے لئے ایک ایسا راہ کھول دیا ہے کہ جس سے آپ کی تمام آرزوئیں پوری ہوسکتی ہیں۔ بس آپ اصول و قوانین جو کہ آپ کو ہر تصنیف میں مکمل طور پر بتا دیئے گئے پر کڑی نظر رکھیئے۔ ان اصول و قوانین کو

کما حقہٗ اپنے عمل میں لائیں۔ پھر جو جی چاہے کریں۔ آپ کی آنکھ کھل گئی تو اسم، دعوت، وظیفہ، نماز، راز، نیاز سب کچھ کھل گیا۔ ع

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

آکے سجادہ نشیں قیس ہُوا میرے بعد
نہ رہی دشت میں خالی کوئی جا میرے بعد

قارئین کرام! اب میں آپ سے جُدا ہونیوالا ہُوں۔ تیسری تصنیف حق سُبحان اپنے اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ یہ تینوں کتب دو۔ سَوا دو ماہ میں اس بندہ نے مرقوم کی ہیں۔ درمیان میں بہت روز تحریر چھوڑنا پڑی۔ یہ تیسری تصنیف تو میں نے کھڑے ہو کر ہی لکھی ہے۔ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ آرام کروں۔ آرام یہاں دُنیا میں کرنا بھی نہیں چاہیئے۔ اور آرام یہاں ہے ہی نہیں۔ ع

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

آپ سُنکر حیران ہوں گے، دورانِ تحریر و تصنیف میں اب تک نہایا بھی نہیں حالانکہ سخت گرمی ہے۔ رات کو تصنیف اندر بیٹھ کر لکھتا ہُوں خواہ پنکھا ہو یا نہ ہو۔ اس دوران حجامت تک نہیں بنوائی۔ مجھے یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے میں حج کے بعد ابھی تک احرام کی حالت میں ہی ہُوں۔

میں بہت دنوں سے آپ سے محوِ گفتگو ہُوں۔ دن رات میں نے کتابیں نہیں لکھیں بلکہ آپ سے باتیں کی ہیں۔ اس تمام تحریر میں (تینوں کتب میں) اگر کوئی غلطی مجھ سے سرزد ہو گئی ہو تو معاف فرمائیں۔ غلطیوں سے پاک صرف خُدا کی ذات ہے۔ تاہم اتنے روز آپ میرے ساتھ رہے ہو۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے

آپ اتنے روز میرے ہاں قیام پذیر رہے ہو۔ اور آج یوں لگتا ہے جیسے آپ میرے ہاں سے رخصت ہو رہے ہو۔ جا رہے ہو۔ نہ جاؤ۔ اب تو مجھے بھی آپ سے محبت سی ہو گئی ہے۔ آخر سینہ میں دل رکھتا ہوں، پتھر نہیں ہوں میں۔ اگر آپ کو جانا ہی ہے تو پھر:۔ ؏

دم نکلتا ہے مرا، دیکھ کے جانا صاحب
میں ذرا! جان سے جاؤں، تو چلے جائیے گا!

لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ فکر مت کیجئے۔ یہ مرحلہ کبھی بھی ختم نہیں ہو جائیگا۔ ابھی تو سفر شروع ہوا ہے یعنی۔

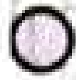
موت بھی زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر!

- تو صفات سے ذات کی طرف پرواز کر
- تو کسی منزل و مقام پہ قرار نہ پکڑ
- تجھے نشان کی تلاش ہے یا بے نشان کی

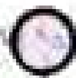
حضرت فقیر نور محمد قدس سرہٗ کلاچوی کی تصنیفات کا مندرجہ ذیل سٹاک میرے پاس موجود ہے!

نام کتاب	قیمت	کیفیت
عرفان حصہ اول (اردو)	۴۰ روپے	سچ تو یہ ہے کہ تصوف کے باریک نکات کھولنے، تصوف کے درپردہ اسرار کو چاک کرنے، باطنی جنتوں، لطائف غیبی، رابطہ شیخ
عرفان حصہ دوم (اردو)	۴۰ روپے	وطالب، شان قرآن، باطنی مخلوق، باطنی منازل، علم العین، دعوت وتسخیر کے متعلق ایسی کوئی تصنیف آج تک میں نے نہیں دیکھی۔
حق نمائے نور الہدیٰ (اردو)	۲۵ روپے	حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کی تصنیف نورالہدیٰ کا اردو ترجمہ ہے اور حضور کی کتب کے مشکل نکات کی مکمل تشریح وتفسیر پر آج تک کوئی ایسی تصنیف میری نظر سے نہیں گزری۔
مخزن الاسرار و سلطان الاوراد	۲۰ روپے	اللہ تعالیٰ کے دیدار، باطنی لطائف، عالم ناسوت سے عالم ھاہوت تک مکمل معلومات نیز رسالہ رُوحی کی تفسیر، درود وظائف قادری۔ درود شریف صلوٰۃ الکبریٰ۔ دعائے سیفی، سات سلطان الفقرا پر مکمل جامع تصنیف ہے۔ ع ! کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے !

ملنے کا پتہ: (۱) ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری، جلالپور بھٹیاں خاص تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ



- راہ تو نشانِ راہ ہے منزل نہیں ہے
- تو ابھی رہگذر میں ہے قیدِ مقام سے گزر!
- لامحدود کی تلاش ہے تو تُو بھی محدود نہ ہو
- احدیت کی تلاش ہے تو وحدانیت سے بھی گزر



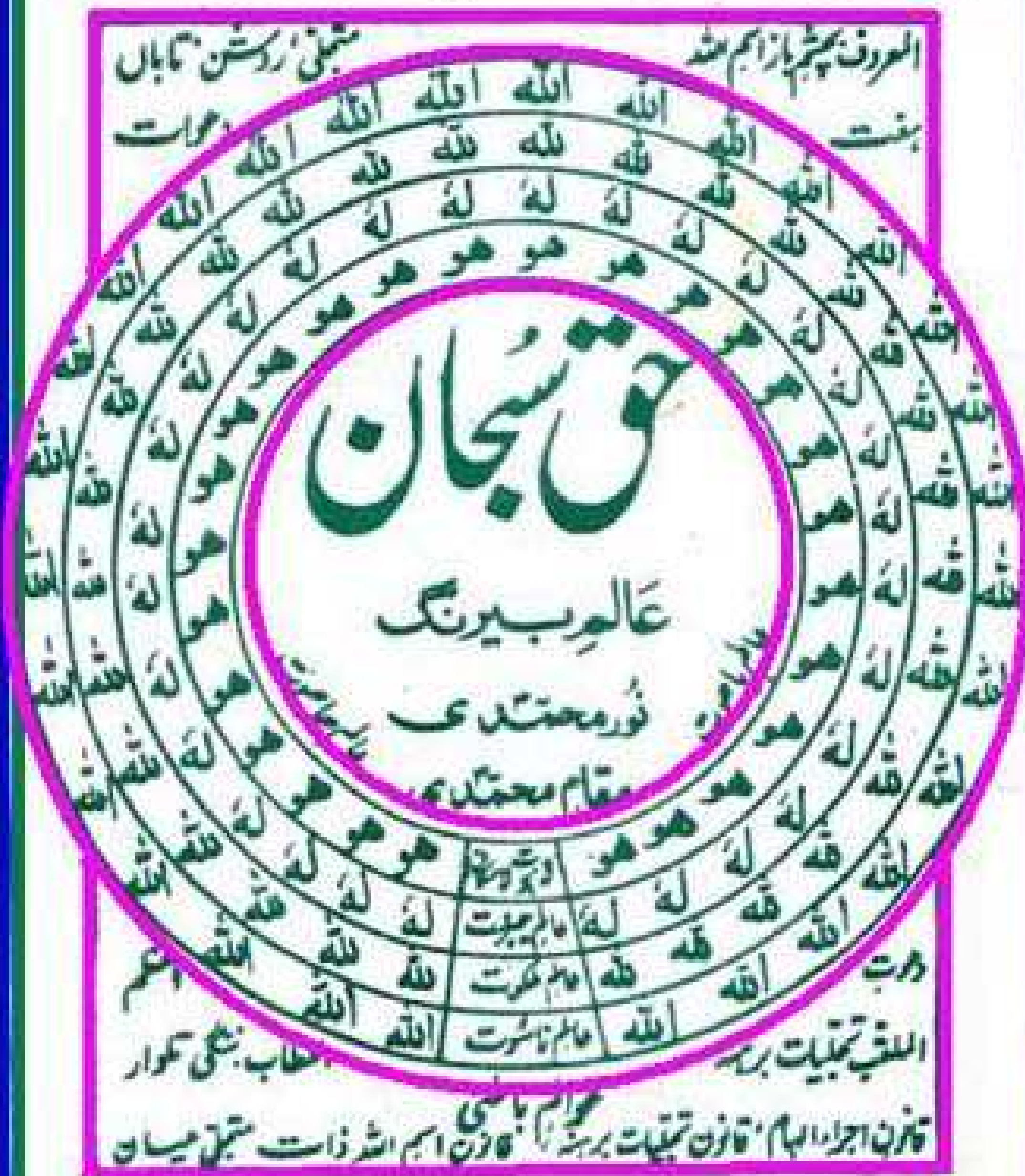
آخر میں یہ بندہ، باذوق، خوش گفتار، خوش اخلاق، نفیس رقم، خوش رقم، زرنگار، خوشنویسانِ تصنیف ہذا جناب محمد شریف اختر و جناب محمد حنیف انجم (چھالیہ ضلع گجرات) کے تعاون و محنتِ شاقہ کا بے حد ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین

احقر: مصنفِ تصنیف ہذا
ڈاکٹر نور محمد نور سہروردی

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو ◆ دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم ◆ علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ



مصنفہ و مؤلفہ:

ڈاکٹر نور محمد نور سروری قادری جلالپوری

سلسلۂ تصنیف ۳

ہدیہ کتاب

اول گیارہ بار درود شریف۔ایک بار الحمد شریف

۔تین بار سورۃ اخلاص۔آخر گیارہ بار درود شریف

برائے ایصال ثواب

مصنف تصنیف ہذا

ڈاکٹر نور محمد نور (سروری قادری،جلالپوری)

(دعا کا طالب) ریاض مسعود

riazmasud2k@gmail.com

netdokan@gmail.com

Cell# 03334215416